ڈگڈگی
نوید ظفر کیانی

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

(طنز و مزاح)

چودھواں مجموعۂ کلام

نوید ظفر کیانی

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام

https://archive.org/details/@nzkiani

nzkiani@gmail.com

صنم جاوید کے نام

آمرانہ جمہوریت کے اس دور میں جس کی مسکراہٹ قیدو بند کی صعوبتوں کے باوجود زور آوروں کا منہ چڑاتی اور دوسروں کو حوصلہ دیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

جو دہشت بوٹ والوں کی تھی ہم پر، وَڑ گئی یکسر
باوصفِ خوف حرِف صدق آیا اب کے ہونٹوں پر
یہ کیسے ہو گئے حالات "فوں فاں والوں" کے کیا نی
"صنم جاوید" کی ہے مسکراہٹ سب کے ہونٹوں پر

میں سچ کا رستہ ہوں اور وہ نقب سیاست کا
مرا ہنر ہے غلط، اُس کی ڈگڈگی ہے صحیح؟

کیا کیا کہاں

ڈُگڈُگی

ڈُگڈگی

ڈُگڈگی

ڈُگڈُگی

پیش رس

ہمارا ملک اِس وقت نازک موڑ سے گزر رہا ہے۔ جی ہاں، میں واقعی یہی کہہ رہا ہوں اور یہ ہے بھی حقیقت، لیکن بعض موقع پرست حلقوں نے قوم کا استحصال کرنے کے لئے موقع بے موقع اِس تواتر سے اِس جملے کا استعمال کیا ہے کہ قوم کو اب اِس پر اعتماد ہی نہیں رہا ہے۔ اب اگر کوئی یہ جملہ دہراتا ہے تو لوگ اس کا ٹھٹھا اُڑاتے ہیں اور باقاعدہ میمز بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہم واقعی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں، لیکن کیا خبر یہ نازک دور ہمارے لئے عمومی دور کے طور پر تخلیق کیا گیا ہو ورنہ مثل مشہور ہے کہ پہلے دِن مہمان، دوسرے دِن مہمان، تیسرے دِن بلائے جان، ہم ویسے بھی اِتنے رنگیلے شاہ تو نہیں کہ قدرت ہمارا تیا پانچہ کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔

دورِ نو کی نزاکت کا تذکرہ کرنے کی غایت یہی تھی کہ اِس نازک دور سے جس قدر ظرافت نچوڑی جا سکتی ہے، وہ آپ کو کتابِ ہذا میں دستیاب ہو گی۔ جہاں تک طنز کا تعلق ہے تو اُس کا تو کام ہی منہ چڑانا اور پھر مآلِ کار اپنے لئے خصوصی "شفقتوں" کا اہتمام کرنا ہوتا ہے۔ آج کل اِس نوع کی شاعری بڑا اجان جوکھوں کا کام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اِس آسیب زدہ

ماحول کے جن بھوت بہت زود رنج ہیں، ذرا سی طنّازی پر کسی بھڑ کی طرح بھڑک جاتے ہیں اور طیش سے اُن کے عارض تمتما اُٹھتے ہیں۔ گستاخ شوخوں کو فی الفور اپنی خصوصی مہمان نوازی سے سرفراز کرتے ہوئے اپنے چہرۂ مبارک کی ساری حمرت اُن کے بوتھے اور پچھواڑے کو منتقل کر دیتے ہیں۔ پھر بھی یہ کتاب فرازؔ کے اِس پُر تجسس مصرعے کی تتبیع میں لکھی گئی ہے ؎

یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

"ڈگڈگی" کا بس ایک ہی مقصد ہے، اور وہ ہے مسکروانا۔۔۔ مسکراہٹ چاہے زیرِلب ہو یا گالوں پر ارتعاش کا باعث بنے۔۔۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اِس میں موجودہ حالات کے حوالے سے زبانِ خلق کی تلخی بھی موجود ہے جو نقّارۂ خدا بھی ہے، چنانچہ اِس پر "زُود رنج حضرات" کو چیں بہ جبیں ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اہلِ ذوق میری کئی ایک نظموں کو علامتی قرار دے سکتے ہیں، تاہم میرا اُن سے متفق ہونا ضروری نہیں، مثلاً کُتّوں سے ڈرنے کا مشورہ دینا کسی خلائی مخلوق کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ خالصتاً اِن کُتّوں سے وہی کُتّے مراد ہیں جو خاصے کُتّے واقع ہوئے ہیں۔ سرِ راہے بلا تکلف استراحت فرما رہتے ہیں اور ہر گزرنے والوں کو اِس طرح خونخوار نظروں سے گھورتے ہیں جیسے اُنہوں نے اُس کی جائداد پر غیر قانونی قدم دھرا ہو۔

یہ شعری مجموعہ گوناگوں اصنافِ سخن کے جامے پہنے ہوئے ہے۔ ابلاغ اگر بلا اجازت اپنی مرضی کی کسی صنفِ سخن میں ازخود گھس جائے اور لفظوں کے پرت اُٹھا اُٹھا کر

"تا" کرے تو بیچارہ شاعر کر بھی کیا سکتا ہے۔آپ بھی برداشت کریں اور اِس بدگمانی کا مطلق شکار نہ ہوں کہ شاعر آپ سے کسی قسم کی ذہنی بیگار لینا چاہ رہا ہے۔ ہر صنفِ سخن کا اپنا علیحدہ ذائقہ ہے۔

لمرک انگریزی صنفِ سخن ہے جو خالصتاً طنز و مزاح کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی تھی، اُردو ادب میں اسے کوئی خاص لفٹ نہیں کرائی گئی، بس شیخ نذیر احمد تھے جنہوں نے محض اِس کا تعارف کروایا ہے اور درجن ڈیڑھ درجن لمرکس تخلیق کی ہیں جو بذاتِ خود خاصے کی چیز ہیں۔ اِس کتاب میں کہیں کہیں "نظمِ معین" نامی چیز بھی آپ کو نظر آئے گی۔ یہ نظم میری اختراع ہے جو اپنی مخصوص ہئیت کے باعث خاصی موثر ہے۔جب کوئی خیال کسی لٹو کی نوک پر گھوم پھر کر اُسی لفظ پر آ کر ٹھہر جائے جہاں سے اُس نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا تو یہ کاوش اِسی نظم میں ممکن ہے۔ نظمِ معین کی ہئیت متعین ہے لیکن اس کی جسامت متعین نہیں، یہ سات مصرعوں پر مشتمل بھی ہو سکتی ہے اور اُس سے زیادہ بھی، بس اِس کی جُفت بدنی کا خیال رکھنا ہو گا۔

"ڈِگڈِگی" کی قلقاری کا حظ اُٹھائیے اور دعاؤں میں یاد رکھئیے۔

مخلص:

نوید ظفر کیانی

۲۰ نومبر ۲۰۲۴ء

☺

عرضِ دل پر ایک دنیا نے سنی تھپڑ کی گونج
حُسن کے گنبد میں گونجی نالۂ گھامڑ کی گونج

بھینگی نظروں کا گلہ عشاق ہی کو ہے کہاں
شاعری میں بھی ہے اب کے دیدۂ گڑبڑ کی گونج

کیوں سحر گاہی ہوئی منسوب اُس کی بانگ سے
رات دن ہو جس جگہ ✷ مرغانگیٔ ککڑ کی گونج

گوشِ اہلِ قوم میں کیوں کھل سکا نہ اب تلک
شیر کی ہے دھاڑ یا ہے نعرۂ لومڑ کی گونج

✷ مرغانگی بہ ترکیبِ مردانگی

اِس طرح چاہت فتح✷ کی گڑگڑاہٹ ہے یہاں
جیسے انگنائی میں پھسلن سے ہوئی کیچڑ کی گونج

ڈھیٹ پن کی انتہاء پر ہے سو خود ہی سوچئے
ہسٹری میں کیسے ہو گی لیڈرِ لیچڑ کی گونج

اُس کی ایکٹنگ ہے فقط ٹک ٹاک وڈیو کے لئے
کیوں دلِ عاشق میں ہے محبوبہِ الہڑ کی گونج

تیری زوجہ کی نشانہ بازیوں کے فضل سے
رہتی ہے یاروں میں تیرے سر کے اُس گومڑ کی گونج

تیری باتیں بھی مرے پلے نہیں پڑتیں ظفرؔ
تیرے لہجے میں بھی ہے کج رائیٔ گکھڑ کی گونج

✷ایک بے سُرا گلوکار

صحافت

(سراج الدین ظفرؔ مرحوم کی نظم "محبت" کی پیروڈی)

صحافت لفافوں کا نذر و نیاز ۔۔۔ صحافت طمع خوروں کے دل کا راز
صحافت کو گھاتِ شکاری کہیں ۔۔۔ کسی نہ کسی کی سپاری کہیں
صحافت ہے سرمایہ داروں کا بور ۔۔۔ سیاست کے پروردگاروں کا نور
یہ منج کی طرح چارہ چرتی ہوئی ۔۔۔ یہ کک بیک سے توند بھرتی ہوئی
کسی پارٹی کے لئے بولتی ۔۔۔ کسی نام کو خاک میں رولتی
اُبلتی ہوئی ذات کی قاب سے ۔۔۔ نکلتی ہوئی ظرف کی تاب سے
کسی کے لہو کو جلاتی ہوئی ۔۔۔ کسی کو دوہتھڑ جماتی ہوئی
یہاں پر مسلط، وہاں پر محیط ۔۔۔ صحافت ہے ہر اک بیاں پر محیط
اِسی سے تو لوٹے ہیں گرمِ ستیز ۔۔۔ یہ ماٹھی بھی اپنے تئیں تیز تیز
یہ حلقومِ ملّت پہ خنجر کی دھار ۔۔۔ یہی ہے شکاری، یہی ہے شکار

یہ بگڑی سو بگڑی کہانی مری
مجھے یاد آئی ہے نانی مری

☺

کون کہتا ہے بہر رنگ خسارے سے اُلجھ
ہو کے اسکرٹ سے ریلیز غرارے سے اُلجھ

اک ادارے کو قسم دی ہو کسی نے جیسے
چِل نہ کر، ملک کے ہر ایک ادارے سے اُلجھ

بدمعاشانِ زمانہ ہیں ستمگار بہت
راستہ کاٹ نہ بیچاروں کے چارے سے اُلجھ

ویسے اِس کھیل میں لکھ بھی نہیں بچنا تیرا
خودکشی کرنی ہے تو شوق سے آرے سے اُلجھ

تیری شامت تجھے آواز اگر دے بیٹھے
جلد از جلد پنڈورا کے پٹارے سے اُلجھ

کر دے reveal چول پن کو کسی بھی صورت
ہو جا منجدھار سے سیدھا یا کنارے سے اُلجھ

دوسرے لوگ تو گچی سے پکڑ لیتے ہیں
ایسا کر، اپنی ہی قسمت کے ستارے سے اُلجھ

تجھ کو کس اُلّو کے پٹھے نے یہ مت دی ہوئی ہے
یونہی بیکار میں اوروں کے کھلارے سے اُلجھ

عشقِ خودسر کو نہ کر حسن کے پیچھے رسواء
ایبٹ آباد میں رہ کر نہ ہزارے سے اُلجھ

جس کو سمجھا نہیں تُو اُس سے اڑنگی تو نہ کھا
جس کو جانا نہیں، مت ایسے اشارے سے اُلجھ

عقد کے بعد اگر پھیل گیا ہے تو میاں
بن کے تربوز نہ چھوہارے (کنوارے) سے اُلجھ

غیر لوگوں سے تو پنگا نہیں چنگا ہوتا
اپنے پیارے کو پکڑ، اپنے دلارے سے اُلجھ

کوئی قاضی ہے کہ ہے شہر کے غم میں دُبلا؟
شعر کیوں کہتا ہے، افکار کے مارے سے اُلجھ

معذرت

ہم کو بتلا کے نہ ضائع کریں خشکی کی دوا
آپ کے علم سے ہم فیض اٹھا سکتے نہیں
اس لئے ٹانٹ کھجاتے ہیں سرِ بزم ظفرؔ
جہاں کھجلی ہے سرِ عام کھجا سکتے نہیں

سوشل/کھوچل میڈیا

(سانیٹ)

ایک سوشل میڈیا ہے ایک کھوچل میڈیا
یہ ہے منہ پھٹ، جو بھی جی میں آئے، کہہ دے برملا
وہ ہے کٹھ پتلی کسی کی، اُس کی کیا رائے بھلا
اُس کو وہ ہر پل نچائے جو ہے اوجھل میڈیا

یہ اگرچہ ایرے غیرے نتھو خیرے ہیں مگر
ہر خبر اِن سے ہی ملتی ہے عوام الناس کو
اور وہ کم کر نہ پائیں فکر کے افلاس کو
جو پڑھایا جاتا ہے، قے کرتے ہیں بس وہ خبر

یہ ہمیں لوگوں میں سے ہیں پس ہمارے ساتھ ہیں
تیری میری لائکوں سے اِن کا بن جاتا ہے کام
وہ لفافی ہیں لفافوں میں اُنھیں ملتا ہے دام
جن کے ہاتھوں بک گئے، پُچی پہ اُن کے ہاتھ ہیں

جو ہے سوشل میڈیا وہ حق پرستوں کے ہے نام
جو ہے کھوچل میڈیا وہ ہے ہمیشہ سے غلام

☺

بھیدِ ساقی نہ کھولیں تو کیا بات ہے
بِن پیئے آپ ڈولیں تو کیا بات ہے

جن ✷ کے گیراج کے ہیں فسانے بہت
وہ بھی عدت پہ بولیں تو کیا بات ہے

ہم نے جانا ہے یونہی مٹر گشت پر
آپ بھی ساتھ ہولیں تو کیا بات ہے

آپ کی ایکس ماموں بنانے چلی
گود میں کاکے کو لیں تو کیا بات ہے

✷ نانی مریم نواز

چائے شوگرزدوں کی ہوشیریں ذرا
اس میں انگلی کو گھولیں تو کیا بات ہے

وقتِ قیلولہ ہے، اے سی بھی آن ہے
آپ دفتر میں سولیں تو کیا بات ہے

اِتنے موقعوں پہ کچھ بھی نہیں کر سکے
اِس دفعہ اور go لیں تو کیا بات ہے

کوئی لک چھپ گیا ڈاج دے کر کہاں
اپنے من کو ٹٹولیں تو کیا بات ہے

مجھ کو درکار ہے قرضِ حسنہ ظفرؔ
یہ ثواب آپ ڈھولیں تو کیا بات ہے

پوربی عاشق

تعلقات کو فائن کریں، ضروری نہیں
یوں خود کو بھتنا و ڈائن کریں، ضروری نہیں
یہ تُو یا میں نہیں ناداں! ہیں پوربی عاشق
نکاح نامے پہ سائن کریں، ضروری نہیں

گرومنش چیلا

جو ناچتے آئے ہیں وہی ناچ ظفرؔ
اوروں کو بھی تگنی کا نچا سکتے ہیں
حالات بھی کر دیتے ہیں پیدا چیلے
ایسے جو گرو کو بھی پڑھا سکتے ہیں

(ندا فاضلی کی غزل کی پیروڈی)

یہ کیسی کشمکش ہے زندگی میں
کہ لسّی ڈھونڈتے ہیں ہم دہی میں
نکل آئے ہیں تارڑ و ہر کہیں سے
یہ کس سینڈل کی ٹھک ٹھک ہے گلی میں
کھلو جاتے ہیں مل کر دوستوں سے
چول ہیں بیویوں کی ڈکشنری میں
کہیں بوتھا، کہیں نخرے، کہیں ڈھب
ہمیشہ ایک ملتا ہے کئی میں
بھڑکے اُٹھتی اگر وہ توپ لڑکی
کمر یا توڑتی اِک لات ہی میں
غمِ ڈونٹس قاضی کو کہاں تھا
پیئے لعنت گیا تھا بیکری میں

☺

ٹاک شو میں مارا ماری بڑھ گئی
اِس سے ریٹنگ صد ہزاری بڑھ گئی

باس میں دیکھا جو نازِ خسروی
ماتحت میں انکساری بڑھ گئی

دیکھ کر رستے میں "کالج کے مُڑے ✷"
اور بھی تیزی سے لاری بڑھ گئی

لیڈروں نے غم جو کھایا قوم کا
توند ہو کے اور بھاری بڑھ گئی

✷ لڑکے (پوٹھوہاری پنجابی)

گودیاں بھی سیٹ ڈکلئر ہوئیں
گویا ویگن کی سواری بڑھ گئی

دِن کو بھی تارے نظر آنے لگے
کس قدر یاروں کی یاری بڑھ گئی

ناگہاں باراں سے بوتھا جب دھلا
عمر اُن کی ڈھیر ساری بڑھ گئی

دل پہ گویا حملہ خودکش ہوا
عشق کی تخریب کاری بڑھ گئی

اچھا بن کر تو کچن میں رل گیا
ازدواجی ذمہ داری بڑھ گئی

ڈاکٹر سے کیا ہو ٹینشن کا علاج
دیکھ کے بل بیقراری بڑھ گئی

حقیقت نظری

(لمرک)

یونہی دیدوں کو مت جما کر ہی دیکھو
ذرا سامنے خود کو لا کر ہی دیکھو
اگر دیکھنا ہو
حسینہ کا فوٹو
تو پھر اپنی وگ کو ہٹا کر ہی دیکھو

☺

جب سے مخلوقِ خلائی ہو گئی ہے بھوت ناتھ
قوم اپنی رہ گئی ہے بن کے سر تا پا اناتھ

آئی پی پیز٭ کو کیا ہے قوم کے سر پر محیط
لیڈرانِ قوم نے ہم کو دکھایا خوب ہاتھ

باہیں پھیلائے ہوئے موجیں ہمکتی ہیں بہت
اور میمیں ریت پر لیٹی ہوئی کرتی ہیں باتھ

عقد تو سہ بارہ اپنی غلطی کی دہرائی ہے
کیا کریں کہ اِس کا پھر کوئی او پائے ہے نہ پاتھ

٭IPPs (Independent Power Producers)

شاپ کیپر اور شوہر نکوں نک آجاتے ہیں
جب بھی لینے ہوں کسی خاتون نے میچنگ کلاتھ

اپنے حق میں ووٹ کیا اوروں سے میں نے مانگنے
تم مقابل ہو تو پھر میں بھی نہیں ہوں اپنے ساتھ

اپنی فارن پالیسی کے بس یہی ماخذ ہیں دو
اپنی منگتی عاجزی، امریکا کا بے درد ہاتھ

آپ ہیں اہلِ زباں اور خوب ہیں اہلِ زباں
بولے ہی جاتے ہیں ستیاناس کو بھی ستیاناتھ

دوسرے شاعر سُنا کر پھوٹ لیں اپنا کلام
مرہی جائے، ایسا ہو جائے اگر شاعر کے ساتھ

یہ نوجواں

چڑھا سکیں گے رہِ ترقی پہ کیا وطن کو
جو نوجواں ہیں بٹیرہ بازوں سا فون پکڑے
اصیل مرغوں کی طرح ہونا تھا جن کو چوکس
برائلر مرغیوں کی طرح ہیں مضمحل سے

ایک سوال

بفضلِ ربی یہ رمضان تو ماہِ مقدس ہے
چنانچہ قید ہے شیطان جو دادِ گناہ مانگے
مگر یہ بات تو یکسر مرے پلے نہیں پڑتی
وہ کیوں آزاد ہے، شیطان بھی جس سے پناہ مانگے

مخمس بر غزل عباس تابش

نوکری ہو تو کماتے ہوئے مر جاتے ہیں
نہ ہو تو ہم اسے پاتے ہوئے مر جاتے ہیں
یا کہیں ڈبکی لگاتے ہوئے مر جاتے ہیں
"دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں
ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں"

وہی مجنوں ہے چول سا، وہی لیلیٰ کمسن
بھاگ میں تھانہ کچہری رہے ہر آئے دِن
پھر بھی توفیق ہو عبرت کی اِنہیں، ناممکن!
"یہ محبت کی کہانی نہیں مرتی لیکن
لوگ کردار نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں"

زندگی شادی شدوں کی ہے عجب "نسونس"*
کبھی سالی، کبھی سالے، کبھی سسر، کبھی سس
اُڑنا چاہیں بھی تو اُڑ سکتے نہیں ہم بے بس
"ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب میں بیٹھے ہوئے ہنس
جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں"

اِتنا بے ڈھب سا ٹریفک ہے کہ مت پوچھ یرا!
روڈ پر آئے فقط خود کشی کرنے والا
اب سلامت نہیں رہ پائے گا گوڈا گٹا
"گھر پہنچتا ہے کوئی اور ہمارے جیسا
ہم ترے شہر سے جاتے ہوئے مر جاتے ہیں"

متشاعر تو چلا رکھتے ہیں چکر چپ چاپ
داد لے جاتے ہیں چوری کے سخن پر چپ چاپ
دیکھتے رہتے ہیں بیچارے سخنور چپ چاپ
"کس طرح لوگ چلے جاتے ہیں اُٹھ کر چپ چاپ
ہم تو یہ دھیان میں لاتے ہوئے مر جاتے ہیں"

---

* بھاگ دوڑ (پنجابی)

نئی ڈش

(نظمِ معین)

مری بیوی!

تو ماہر ہے پکانے میں

پکانے بیٹھے کچھ لیکن بنا دے کچھ

گو ہر غلطی میں کر لیتی ہے وہ دریافت ریسپی

سو ڈائننگ میز پر لا کر سجا دے کچھ

نئی ڈش روز کھانے میں

مری بیوی!

☺

اہلِ شر کے لیے کچھ خیر یا شر، کچھ تو کہو
نیوٹرل بن کے نہ رہ جاؤ ڈفر کچھ تو کہو

باس ہے دو بدو تو پرسشِ خانہ ہی سہی
بولا جاتا نہیں میٹنگ میں مگر کچھ تو کہو

اِس سے پہلے کہ وہ کہہ دے تمہیں انکل شٹ اپ
"چٹے چھاٹے" پہ ذرا کر کے کلر کچھ تو کہو

یُوں تو سمجھیں گے تمہیں ڈھیٹ تمہارے سُسرے
صبر کا ہوتا نہیں شیریں ثمر کچھ تو کہو

میں نے مانا کہ مدلل ہیں تمہاری باتیں
ان کا کیا ہونا ہے بہروں پہ اثر کچھ تو کہو

جب وہ محبوبہ تھی، عنقا ہی رہا کرتی تھی
زوجگی میں کیوں بنی کمرہ کمر کچھ تو کہو

چپ سے (دشمن کے لئے) ہو کریسی بہتر
نطق میں بھر کے ذرا جام و بٹر کچھ تو کہو

اس قدر رات گئے گھر میں نہ گھس پاؤ گے
کون سے پیڑ پہ کرنا ہے بسر کچھ تو کہو

کوئی کہتا ہے سفر کو بھی وسیلۂ ظفرؔ
کوئی انگریزی میں کرتا ہے suffer کچھ تو کہو

نقصِ بصارت

(احمد ندیم قاسمی کی نظم "نقصِ بصارت" کی پیروڈی)

معالج نے یہ کل مجھ کو بتایا
تری بینائی میں فرق آ گیا ہے
ترا "تاڑو پنا" یہ وقت لایا

اگر کچھ ڈر ہے تجھ کو اندھے پن سے
کسی کے گنج کو یوں دیکھا نہ کر
کہیں گُل ہو نہ جائیں تیرے دیدے

کسی گنج کا نظارہ کر رہا ہوں
مگر میرے معالج کو گماں ہے
میں سورج کو مسلسل دیکھتا ہوں

رشتہ داری

(نظمِ معین)
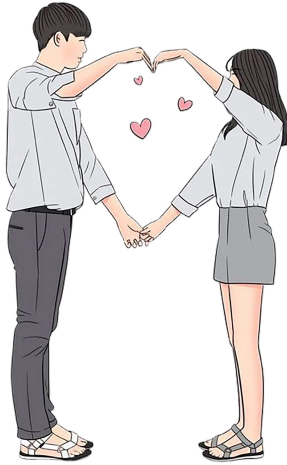
کاکی!

تیری والی

کاکا میرا والا

کوشش میں ہیں، کر لیں ہم میں

رشتے داری پیدا

سمدھی والی

کاکی!

☺

جو ہر کُڑی کے پیچھے کرتا ہے اوئے اوئے
ہوتا ہے پھر اُسی کے جیون میں موئے موئے

میک اپ کی لیپا پوتی سے حسن ہے وگرنہ
جملہ حسیناؤں کے چہرے ہیں ٹوئے ٹوئے

آغازِ عشق ہی سے ہم ہیں جہاز جیسے
پاؤں ہیں بہکے بہکے، نیناں ہیں سوئے سوئے

گرمی ہے یا گلی کے شوخوں سے ٹاکرا تھا
یوں تر بتر ہیں کپڑے جیسے ہوں دھوئے دھوئے

محفل کے بیک بینچر ہیں، ہم سے کچھ نہ ہوگا
نہ ہونے کی طرح ہیں ہم لوگ ہوئے ہوئے

جب سے ہوئے ہیں پیدا، وہ منہ بسورتے ہیں
یوں مستقل ہے بوتھا جیسے ہوں روئے روئے

فنکار ٹیکس والے ایکشن میں آ چکے ہیں
بسکہ تمام تاجر کٹے ہیں چوئے چوئے

"یہ تو وہی جگہ ہے گزرے تھے ہم جہاں سے"
لے آئی ہے کہاں پر قسمت بھی ڈھوئے ڈھوئے

جو عقل داڑھ ہے وہ نکلی نہیں ہے کیا نی
ہم اُگ چکے ہیں لیکن پھر بھی ہیں بوئے بوئے

قومِ یوتھ

رنگ میں جب آ گئی ہے قومِ یوتھ
اژدھوں کو کھا گئی ہے قومِ یوتھ

مورچوں پر ہے ٹویٹر آرمی
فوج کو پگلا گئی ہے قومِ یوتھ

وہ جو نامعلوم تھے ننگے ہوئے
خول سب پگھلا گئی ہے قومِ یوتھ

گھنٹی بلی کے گلے میں ڈال دی
حوصلہ دکھلا گئی ہے قومِ یوتھ

آگہی پھیلا کے بعضوں کے لئے
آگ ہی پھیلا گئی ہے قومِ یوتھ

قوم کی گردن پہ جن کا ہاتھ تھا
اُن کی جاں کو آ گئی ہے قومِ یوتھ

کالے دھن کے فیض سے بونے ہیں دیو
یہ حقیقت پا گئی ہے قومِ یوتھ

پھر ابابیلوں کے لشکر کی طرح
"ابرہوں" پر چھا گئی ہے قومِ یوتھ

وہ جو بنتے تھے زمانے کے خدا
اُن کو بھی پھڑکا گئی ہے قومِ یوتھ

سارے "کھانگڑ" بُت گرے ہیں منہ کے بل
بازیاں اُلٹا گئی ہے قومِ یوتھ

ہاتھیوں کی دم میں نمدہ بھر دیا
ظلم سے ٹکرا گئی ہے قومِ یوتھ

میڈیا کے ہیرو زیرو ہو گئے
اِتنی "سوشلیا" گئی ہے قومِ یوتھ

جھوٹ کے "چاہت فتح" اُلٹے ہوئے
زمزمہ پیرا گئی ہے قومِ یوتھ

نہ بکی ہے نہ جھکی ہے نہ رکی
اِک علم لہرا گئی ہے قومِ یوتھ

اوروں کو قابو میں رکھنا اُس کو بہتر آتا ہے
"مریم وڈیو والی" سے میں وڈیو لے کر آؤں گا

ہالٹ

(ترائیلے)

گڑھے میں گرنا ایکسیڈینٹ ہے اور عقد ہے سازش
کسی کی آئی آتی ہے، کسی کی لائی جاتی ہے
عزیزوں کو نہ کرنے دیجئے گردن کی پیمائش
گڑھے میں گرنا ایکسیڈینٹ ہے اور عقد ہے سازش
پڑے کیوں آپ کے پلے بلا بن کر کوئی مہوش
حضورِ حُسن کا ہے عشق کی انگڑائی جاتی ہے
گڑھے میں گرنا ایکسیڈینٹ ہے اور عقد ہے سازش
کسی کی آئی آتی ہے، کسی کی لائی جاتی ہے

☺

تم پہ مرتے ہیں تو تم تو ہمیں مارا نہ کرو
اپنے پیارے کو تو اللہ کا پیارا نہ کرو

عشق میں جو ہے جہاں پر ہے سو مشترکہ ہے
نامناسب ہے۔۔۔ ہمارا یا تمہارا نہ کرو

صدقۂ عشق میں جو دینا ہے دے دو دوستی
قرض قینچی ہے محبت کی ادھارا نہ کرو

ڈھیر مایوسی تمہیں ہونی ہے اِس کوشش میں
آ کے پنڈی میں کبھی سیرِ ہزارہ نہ کرو

اِس طرح کوئی بلا تم کو چمٹ سکتی ہے
ہر فسانے کو پنڈورا کا پٹارا نہ کرو

کھانے آجاتے ہو کیوں مغز شب و روز مرا
نہیں ہوتا ہے گزارا تو گزارا نہ کرو

پانچ بچوں کے ہو تم باپ، کرو کچھ تو حیا
حسن والوں میں یونہی خود کو کنوارا نہ کرو

۔۔ق۔۔

تم پہ لازم نہیں ہو جاتا بطورِ محبوب
وقت بے وقت مرے گھر میں پدھارا نہ کرو

عشق کا کام کسی کام کے دن پر رکھ لو
یوں ہی چھاپہ مرے اتوار پہ مارا نہ کرو

تھامے رکھتے نہیں تجرید کی اندھی لاٹھی
شعر لکھا کرو ''لایعنیاں'' مارا نہ کرو

بھونکنا کاٹنا تنقید نگاروں کا ہے حق
خود پہ اُٹھی ہوئی انگلی کو گوارہ نہ کرو

حوصلہ پیدا کرو اوروں کو بھی سننے کا
اپنی آراء کو ظفرؔ صورت آرہ نہ کرو

صاف بات

مجھے ایسے ٹھینگا دکھانا ترا
کوئی کارِ فرزانہ بنتا نہیں
یہی پاؤ بھر تو ترا حسن ہے
اب اِس پر تو اترانا بنتا نہیں

بیک بینچر

(لمرک)

میں سبک رفتاری میں بھی ماٹھا بن کر ہی رہا
ریس کے گھوڑوں میں بھی خچر کا خچر ہی رہا
خوش نصیبوں میں نہیں
تیری نظروں میں نہیں
میں تو تیرے عشق میں بھی بیک بینچر ہی رہا

☺

جو بات صدق پہ آئے، کثیف ہیں تو ہیں
قبول ہوں کہ نہ ہوں، ہم عنیف ہیں تو ہیں

چمکنے لگتی ہیں آنکھیں حسینوں پر اِن کی
جنابِ شیخ بلا سے، ضعیف ہیں تو ہیں

اُنہیں کے فیض سے کھاتے ہیں پٹخیاں ہر دم
بقول اُن کے وہ میرے حلیف ہیں تو ہیں

بہت سے لوگ ہیں لاہوری بذلہ سنجی میں
گلے پڑے ہوئے سب کے گریف ہیں تو ہیں

سیاپا کہتے ہیں ہم بیویوں کی باتوں کو
بہت سی اِن میں رموزِ لطیف ہیں تو ہیں

بتا بھی سکتے نہیں اِن کو ناروا وروا
سو انڈہ دیں یا کہ بچہ، وہ چیف ہیں تو ہیں

تمام عمر دِکھایا ہے ہاتھ ہم تم کو
مگر جناب یکے از شریف ہیں تو ہیں

یہاں ازل سے یہی طے شدہ حقیقت ہے
کہ جیب کتروں کے بھائی بھی تھیف ہیں تو ہیں

ظفرؔ نے باز نہیں آنا فقرہ بازی سے
بہت متین ہیں، پھر بھی ظریف ہیں تو ہیں

وہ ٹیچر

بادلِ نخواستہ اپنا لیا
تو یہ پیشہ باعثِ آزر ہو گیا
جو کسی میرٹ میں آ پایا نہیں
بن گیا ٹیچر تو وہ ٹیچر ہو گیا

صحافی

بتایا ہے اِک واقفِ حال نے
صحافی کا اسرار احباب کو
ضمیروں نے جس کو مقفل کیا
لفافے کی کُنجی سے کھلتا ہے وہ

☺

سبھی سے تذکرہ ظالم ہمارا اب بھی کرتے ہیں
بہانے سے ہمیں "بجّو" پکارا اب بھی کرتے ہیں

وہ کرتوتِ جوانی اب تو حصہ ہیں فرائض کا
ٹریفک کے سپاہی ہیں، اشارا اب بھی کرتے ہیں

ہمارے باس کی خونخواریاں دفتر کی حد تک ہیں
"پچارا" لے کے سارے گھر میں مارا اب بھی کرتے ہیں

تموج عمر کا ٹوٹا مگر میک اپ کہاں چھوٹا
نگاہوں میں جوانی کا کھلارا اب بھی کرتے ہیں

بڑھاپے میں بھی ہیں سب چونچلے عہدِ جوانی کے
وہ "ٹانواں ٹانواں" بالوں کو سنوارا اب بھی کرتے ہیں

جو باز آئے ہیں چوری سے وہ ہیرا پھیری کیوں چھوڑیں
کہیں بھس ہو تو یہ خود کو شرارا اب بھی کرتے ہیں

شکم پر ہیں مگر عادت سے ہیں مجبور کیا کیجے
وہ سب کے سامنے دامن پسارا اب بھی کرتے ہیں

چلے آتے ہیں بے مہری کی جیکٹ پہن کر اکثر
وہ خود کش حملے سے دل پارہ پارہ اب بھی کرتے ہیں

کسی کے لہجے میں ہیں دھمکیوں کے اژدھے کیسے
اگر ہر بات سے پہلے "خدارا" اب بھی کرتے ہیں

بنے ہیں خادمِ ملت، اگرچہ قوم کی دولت
ڈکارا تب بھی کرتے تھے ڈکارا اب بھی کرتے ہیں

بھلے گلگت چلے جائیں نہیں مکتی ٹھرک ان کی
کہ فوکس دوربینوں میں غرارا اب بھی کرتے ہیں

گو ہاکی ٹیم پوری ہے مگر نا مطمئن سے ہیں
جناب شیخ بیگم کو "اچارا" اب بھی کرتے ہیں

ذبح کرتے ہیں ککڑ غیر مہمانوں کی خاطر وہ
جو ہم جائیں تو دال اکثر بگھارا اب بھی کرتے ہیں

گرانی تو مروڑے جا رہی ہے "بینیاں ✷" پھر بھی
گزارا اب بھی ہوتا ہے، گزارا اب بھی کرتے ہیں

پلاٹِ عشق میں کیدو بھی رکھے ہیں پیے پنگا
فسانۂ غمِ ہجراں کرارا اب بھی کرتے ہیں

✷باز و (پنجابی)

ہمارے جذبہ دل کو کہاں لاتے ہیں خاطر میں
پرے ہو ہو کے چلتے ہیں کنارا اب بھی کرتے ہیں

انہیں معلوم ہے وہ صنفِ مستورات میں سے ہیں
جو اپنے خال و خد کو آشکارا اب بھی کرتے ہیں

پہنچ جاتے ہیں ہر ویک اینڈ پر وہ اُڑ کے اپنے گھر
منی بس کا سفر بہرِ ہزارہ اب بھی کرتے ہیں

سجاتے ہیں تمہارے ذکر سے ہم شاعری اپنی
غزل میں کاوشِ سلمیٰ ستارہ اب بھی کرتے ہیں

یوں طوطے کی طرح نظریں تو پھیرے بیٹھے ہیں کب سے
ظفر مس کال دے دے کر نتارا اب بھی کرتے ہیں

بے مہار غزل

یہ شور، یہ آلودگی، لو اور سنو
تہذیب نے پھیلائی ہے بیہودگی، لو اور سنو

کیا خاک کروں ذکرِ وفا
کہتے ہیں اِسے وہ مری فرسودگی، لو اور سنو

سب لوگوں کے نزدیک کسی رشتے کی دعوت دیئے جاتے ہیں ہمیں
رنڈاپا مرا اور تیری بیوگی، لو اور سنو

یہ دل تو کھیلن کے لئے چندا مانگے
اِس دور میں درکار ہے آسودگی، لو اور سنو

جس طرح بڑھاپے نے مرے سر سے کیا
بس ویسی خزاؤں میں چمن میں نظر آئے اسے ژولیدگی، لو اور سنو

اِس دور کے اک لیڈر قومی پہ کہا جاتا ہے
ساون میں نظر آتی ہے اِس طور کی روئیدگی، لو اور سنو

میک اَپ کی دُکاں لوٹ کے فرماتے ہیں
کس چہرے پہ، ہم جیسی ہے تابندگی، لو اور سنو

وہ دورِ گرانی ہے کہ ہم فکرِ شکم میں ہی مرے جاتے ہیں
اور کہتی ہے دنیا اسے بھی زندگی، لو اور سنو

تا حال تو یہ حال ہے بے حال ہیں ہم
اِس حال میں بھی ہے غمِ آئندگی، لو اور سنو

چرکین نہ بن جاؤں ظفرؔ
محسوس نہیں ہوتی اُنہیں بزمِ سخن میں میری موجودگی، لو اور سنو

☺

میں تو اُس شوخ کو اپنی لائن پہ لے لے کے آتا رہا، وہ مرے داؤ ہر دم پلٹتا رہا، وقت کٹتا رہا
میری رنگ بازی سے، ہر قلابازی سے حظ اٹھاتا رہا، میں پٹاتا رہا اور وہ پٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

ہائے کیا وقت تھا جب تلک دیگ میں حلوہ مانڈہ رہا میرے ہر یار کے ہاتھ میں یار باشی کا پھانڈہ رہا
اور جب میرا دامن تہی ہو گیا، میں نفی ہو گیا، ہر کوئی دور ہی دور ہٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

جس کو سسرال کہتے ہیں شادی شدہ، کاتبِ بخت کا ایک افسانہ تھا (اوجھڑی کیمپ کا اسلحہ خانہ تھا)
جو بھی سالی تھی سو وحشی بلی کی صورت جھپٹتی رہی، جو بھی سالا تھا سو مجھ پہ پھٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

غیر کی لسی کو دیکھ کر دوستو! رال بیکار ٹپکایا کرتے نہیں، اپنی مونچھوں کو منڈوایا کرتے نہیں
جن کو چوکھا ملا، اُن سے جلنا مرا یونہی بیکار تھا، جو مقدر میں لکھا تھا گھٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

دورِنو کا تقاضہ ہی کچھ اور تھا، نہ تو لیلیٰ میں تھی دلبری کی ادا نہ ہی مجنوں میں ویسا جنونِ وفا
دل کے بازار میں عشق گویا حصص کا کوئی بھاؤ تھا کبھی بڑھتا رہا کبھی گھٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

ساس کا اور بہو کا تھا پنگا جدا، ساتھ نندوں کا بھابھی سے جھگڑا جدا، اور شوہر سے بیوی کا نخرہ جدا
مرد بیچارے کو اپنے ہی گھر میں یکسوئی مل نہ سکی کتنے خانوں میں رہ رہ کے بٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

جب سیاسی حریفوں سے پالا پڑا تو بہت سوں کی اوقات کھلنے لگی، اُن کے اندر کی کالک اُبلنے لگی
یوں حکومت سیاسی مسائل کنندہ سے لڑنے لگی، کیدو رانجھے سے جیسے نمٹتا رہا، وقت کٹتا رہا

نوکری دال دلیے کی پائی مگر کھیر کھانے کی خواہش رہی عمر بھر، بس اِسی کشمکش میں رہا میں ظفرؔ
میری تدبیر کا بس تو تقدیر پر چل نہ پایا کبھی، ہر نشانہ ہمیشہ اُچٹتا رہا، وقت، کٹتا رہا

ایک شعر

وقت یوں کھیل رہا ہے میری تقدیر کے ساتھ
جیسے تھانے میں کسی لِسّے کا کیس آجائے

بھوت ناتھ

جاں کو آیا بھوت ناتھ
اپنا پالا بھوت ناتھ
کیسے باور آئے کہ بندہ بشر تھا بھوت ناتھ
کوئی سمجھے خود کو جب جنموں سے پورا بھوت ناتھ

مارے چھاپے آن کر
اپنے ہی لوگوں کے گھر
آرمی بھوتوں کی دندنائے اِسی کے حکم پر
چیف ہے اِک نیوٹرل بھوتوں کا گویا بھوت ناتھ

کیا سمجھتا تھا اِسے
کیسا پایا ہائے ہائے
محوِ حیرت ہے زمانہ، دیکھتے ہی دیکھتے
بن گیا ہے کس طرح کوئی فرشتہ بھوت ناتھ

اِس کا منصب تھا دگر
کیسے خوش آیا سفر
دی گئی تھی پاک وردی آدمیت کی مگر
زور وزر کے زعم نے اِس کو بنایا بھوت ناتھ

کیا کہوں ناگفتنی
ہیبت و جبروت کی
اُس کی ویرانی سے ڈرنے لگتی ہیں بدروحیں بھی
جس جگہ بھی ڈالتا ہے اپنا سایہ بھوت ناتھ

ڈر ہے ذِلت کا اِسے
نہ قیامت کا اِسے
ہو گیا ہے شوق نفرت کی تجارت کا اِسے
صورت و سیرت میں ہے سارے کا سارا بھوت ناتھ

جانو اپنے آپ کو!
بس ہے مشتِ خاک وہ
خوف کے بُت توڑ دو، ورنہ سمجھ لو دوستو!!
تم کو ہر بھتنا ملے گا بن کے یکتا بھوت ناتھ

☺

اُف سیاست کا یہ مآل فضول
معتبر ہو گئے ہیں اُول جلول

چاروں سمتوں کی ہیں بلائیں سر
کہہ دیا جب سے تین بار قبول

آٹو میٹک سی ہے یوں سچ کی کھچ
لوز ہے ان کے سر کی کوئی چول

اِس بدلتے ہوئے زمانے میں
بے اصولی ہے سب سے اعلیٰ اصول

تاڑوں کا گلہ نہیں بنتا
اینگری کیوں ہے، کول، بے بی، کول

بھوک اِس پر بھی لگ رہی ہے تجھے؟
کھا کے آیا ہے سارے شہر کی دھول

سب کی اپنی سیاستوں کے جگاڑ
نہ کوئی محتسب ہے نہ مسئول

جس کے چلنے سے ہلتی ہے دھرتی
وہ بھی کہتی ہے اپنے آپ کو پھول

بننا چاہے وہ قوم کا حاکم
جس کے بس میں ہے اپنا ارض نہ طول

یوں سمجھ میں نہ آئے گا غالبؔ
تو بھی اُلٹا لٹک کے شاخ سے جھول

دہی بھلے

(لمرک)

روزہ کشائیاں بھی شامل ہیں اب ہنر میں
افطار پر ہمیشہ رہتے ہیں ہر نظر میں
یہ جو دہی بھلے ہیں
کیا اِتنے ہی بھلے ہیں
رمضان میں دکھائی دیتے ہیں سب کے گھر میں

☺

بعضوں کا میک اَپ تو ملٹیپل محاذوں کا ہے کام
جانے یہ بیوٹیشنوں یا رنگ سازوں کا ہے کام

جب سیاست میں ہوس در آئے تو جمہوریت
یا کفن پہنانے کا ہے یا جنازوں کا ہے کام

ڈب کھڑبی روڈ پر چلتی نہیں ہیں لاریاں
عمر بڑھ جائے تو پھر ٹھینگا ہی غازوں کا ہے کام

سیلری دیکھیں ججوں کی تو یہ دیدے پھٹ پڑیں
عدلیہ قانون کی کتنی کلازوں کا ہے کام

تجزیہ ملکی معیشت پر کریں جو جا بجا
اُن کا تو بازار میں آلو پیازوں کا ہے کام

گٹروں کے ڈھکن تو خود پرواز کر سکتے نہیں
یہ فقط انگنائی میں رلتے جہازوں کا ہے کام

کام یکساں ہے مگر وہ کنٹریکٹر، میں ہوں راج
میرا اینٹوں کا ہے اور اُن کا پلازوں کا ہے کام

ہم تو پینڈو ہیں ہمیں رومانیت سے کیا غرض
اِس طرح کی گفتگو ''احمد فرازوں'' کا ہے کام

عشق کی خواری کا ہو مقدور کیا اِس عمر میں
ہم بزرگوں کا نہیں تم جیسے تازوں کا ہے کام

کون ہے سیلاب کے پانی میں بگلوں کی طرح
اِس طرح شوبازیاں تو شاہبازوں کا ہے کام

عاشقوں کو ناچ تگنی کا نچاتی آئی ہیں
حسن والوں کا سدا سے نخروں نازوں کا ہے کام

اولاً تنگ جامی سے لیتی ہیں پنگا لڑکیاں
بعد میں جتنا بھی ہے سو تاڑ بازوں کا ہے کام

اپنی غزلیں بھونکتے ہیں، اور کی سنتے نہیں
یہ سگِ لیلیٰ کی صورت بے نیازوں کا ہے کام

ستم ظریفی

جنہیں جیلوں میں ہونا چاہیے تھا
زمانے میں وہ ہر سو محترم ہیں
جو "نکّے" ہیں وہ لتر کھا رہے ہیں
جو "وڈّے" ہیں وہ ڈاکو محترم ہیں

نائی

(مصطفیٰ زیدی کی نظم "بہتان" کی پیروڈی)

کیا یہی گیسو تھے جو مرے واسطے
ابر تھے، بل پہ بل ڈالتے ناگ تھے
کیا اِنہی کی تراشیدگی کے لئے
سرنگوں رہتا تھا تُو (مرے بھاگ تھے)

ہاں بڑی شے ہے مشاطگی کا ہنر
فین بنتی ہیں ہر عمر کی لڑکیاں
دولتِ حسن کرتا ہوں اُن کو عطا
مجھ کو بیوٹیشنر کیوں نہ بولیں میاں

تُو نے رکھا نہیں پھر بھی میرا بھرم
آبگینہ تھا دل، اِس کو بھی سہہ گیا
تُو مجھے "نائی" کہتی رہی اور میں
کیا بتاؤں، تجھے دیکھتا رہ گیا

☺

تقدیر میں ہیں لِتّر، قسمت میں احتجاج
بسکہ ہے تیری میری عادت میں احتجاج

اُٹھا ہوا ہے دستِ لعنت کی شکل میں
نادیدہ قوتوں سے خلقت میں احتجاج

دیوار سے لگانے والوں کو ہے گِلہ
کرتے ہیں لوگ کتنی شدت میں احتجاج

گوشِ سماج پر جوں رینگی نہیں بھلے
مجنوں میاں کا فن ہے "وحشت میں احتجاج"

٭ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلن

برپا ہے جانے کب سے رنگِ شباب میں
کتنی قیامتوں کا قامت میں احتجاج

اُن کو تھی دل جلوں سے امیدِ دادِ حسن
ہم سے ملا ہے جن کو خلعت میں احتجاج

اگلا بھلا چکا ہے کیا تھی زیادتی
تُو نے کیا ہے اِتنی مدت میں احتجاج

مظلوموں کی ہیں کیسی سادہ مزاجیاں
کرتے ہیں غاصبوں کی سنگت میں احتجاج

توندیں تو بھر چکی ہیں، تسکین نہ ملی
نیت کا بھوک سے ہے دعوت میں احتجاج

ٹھینگا بھی اُن کے در سے مل جائے تو نوید
عاشق پہ کب روا ہے الفت میں احتجاج

محفل میں اُس نے ہم کو ڈانٹا تو کیا ہوا
بیگم سے کر لیا تھا خلوت میں احتجاج

خمیازہ تو بھگتنا پڑتا ہے اپنے ہاں
ہوتا ہے خیریت کی قیمت میں احتجاج

جن کے خلاف دشمن پہلے گیئر میں ہے
وہ کرنا چاہتے ہیں فرصت میں احتجاج

حوروں میں اُن کو اپنی زوجائیں گر ملیں
کرنا ہے زاہدوں نے جنت میں احتجاج

تشریف پر پڑی ہیں لاتیں، مخول ہے؟
ہم پر ڈیو ہے اپنی دھرپت میں احتجاج

کتّوں سے ڈرنا چاہیئے

(یہاں مراد صرف کتّے ہیں، چار ٹانگوں والے)

جو اِن سے بچتے ہیں اُنہیں
مت بزدلی کا طعنہ دیں
وہ ٹھیک ہیں
جن پر ہوں کتّے اُن سبھی راہوں سے ڈرنا چاہیئے
کُتّوں سے ڈرنا چاہیئے

بے خوفیاں اس باب میں
یک دم گلے پڑ سکتی ہیں
یہ سوچ لیں
یکبارگی ہوتے ہوئے حملوں سے ڈرنا چاہیئے
کُتّوں سے ڈرنا چاہیئے

دندناتے ہیں جو ہر طرف
کچھ تو ہے اُن کا بھی ہدف
ہیں ناخلف
جن کا نہ اندازہ ہو، اُن سوچوں سے ڈرنا چاہئیے
کُتّوں سے ڈرنا چاہیئے

جب بھونکتے ہیں یہ غبی
کرتے نہیں ہیں شاعری
یہ پیشگی
اعلان کرتے ہیں کہ ہم جیسوں سے ڈرنا چاہیئے
کُتّوں سے ڈرنا چاہیئے

جو راستے میں فتنہ گر
سوئے ہوں، اُن سے بھی حذر
کس کو خبر
کب کس کے سر ہو جائیں، اِن سالوں سے ڈرنا چاہیئے
کُتّوں سے ڈرنا چاہیئے

اِن کا ہے کیا، یہ کاٹ کر
ہو جائیں گے چمپت مگر
ہم کو ظفرؔ
جو پیٹ میں لگتے ہیں اُن ٹیکوں سے ڈرنا چاہیئے
کُتّوں سے ڈرنا چاہیئے

ڈاھڈی مٹیار

(لمرک)

ڈی جی خان کی اک مٹیار ہے خو میں خانوں خان
ڈاھڈے سسرے بھی نہ اس کے کھینچ سکے ہیں کان
شوہر کو بھی ڈالی نتھ
ساس کے بھی توڑے ہیں ہتھ
اس کے سامنے بھیگی بلی ہے بدروح ننان

☺

دیکھا گیا اِک ایسا بھی درویش کم و بیش
ہر بات پہ کہتا تھا کم و بیش کم و بیش

اِس دم کا بھی کیا خاک بھروسہ میرے یارا
کہ دال پہ ہو جس کے کوئی پیش کم و بیش

ڈھونڈو گے تو تنکوں کے نکل آئیں گے گٹھڑے
مولانا کی دیکھو نہ یونہی ریش، کم و بیش

یہ بات سمجھتی ہی نہیں قومِ مچھندر
ہم جیسے غریبوں کا بھی ہے دیش کم و بیش

ہم آپ کبھی اہلِ سیاست کو نہ سمجھے
پانی بھی نہ لے، ان کا ہے وہ نیشں، کم و بیش

ہڈی نظر آ جائے تو چہ دین چہ دنیا
سلمان بھی بن جاتا ہے راجیش، کم و بیش

دیتا ہے ہمیں علمِ قیافہ پہ وہ لیکچر
آتا ہے نظر گرگ جسے میش، کم و بیش

بھولے سے بھی فدوی جو رہِ راست پہ آیا
ہر طور کی مشکل ہوئی درپیش کم و بیش

کیا ظلم ہے، دولت نے بھی گھر دیکھا اُسی کا
جو cash کو کہتا ہے سدا "کیش"، کم و بیش

(عندلیب شادانی کی ایک معروف غزل کی پیروڈی)

ڈاکو بن کر پرینک کیا تھا، شکر ہے پھر کھل پائے تو
باڈی گارڈ نے ساتھ نہ چھوڑا، ویسے ہم گھبرائے تو

کوٹھی گاڑی، نقدی، باڑی، باہر کاروبار، فلیٹس
اُس دامن میں کیا کچھ ہے وہ نیب کے ہاتھ میں آئے تو

ڈالر کے بدلے میں ہم تو بیچ دیں اپنی غیرت تک
کوئی ملے تو گورا گاہک، بولی کوئی لگائے تو

کیوں یہ شر انگیز تبسم، بندہ بشر جب کچھ بھی نہیں
ہائے کوئی الو کا پٹھا دھوکے میں آ جائے تو

سنی سنائی بات نہیں یہ اپنے اوپر بیتی ہے
پھول کے بندہ کُپّا ہو جب چاہت آگ لگائے تو

جھوٹ ہے سب تاریخ ہمیشہ اپنے کو دوہراتی ہے
اچھا میرے دورِ تجرّد کو تھوڑا دوہرائے تو

تھوڑ دلی اور مجبوری میں یارو کچھ تو فرق کرو
اِک بے بس انساں کرے کیا، بجلی کا بل آئے تو

آرڈر آرڈر ہے

(ترائیلے)

کیوں سوچے سمجھے کوئی جواں
آرڈر ہے تو بس آرڈر ہے
ارنے بھینسے سا رہے رواں
کیوں سوچے سمجھے کوئی جواں
کس کام میں کیا ہے سود و زیاں
یہ سوچنا سر جی کے سر ہے
کیوں سوچے سمجھے کوئی جواں
آرڈر ہے تو بس آرڈر ہے

مچھر

مچھروں کا بلڈ بینک ہے؟
جس کی خاطر کمانے لگے!
ڈاکٹر تو نہیں ہیں مگر
روز ٹیکہ لگانے لگے

نیوٹرل اور ڈیموکریسی

نیوٹرل مکنے نہیں دیں گے تعلق کو کبھی
اہلِ جمہور بھلا کیسے خلع لیتے ہیں
مارشل لاؤں میں کچھ ڈیموکریسی بھی سہی
وہ اِسے محض حلالے کی طرح لیتے ہیں

☺

عشق کو ہر خوبرو پر جاں لٹانے کی ہے لت
حسن کو بھی ناچ تگنی کا نچانے کی ہے لت

دردِ دل کا رونا روتا ہوں میں اُن کے سامنے
اور اُن کو بات سُن کر مسکرانے کی ہے لت

بس یہ ہے کہ میری مئے کا نام ''چائے'' ہے مگر
ساقیا! مجھ کو بہت پینے پلانے کی ہے لت

جا بجا رستے میں رک جاتی ہے جا کر بے وجہ
میری گاڑی کو بھی گویا ''چھینی، پانے'' کی ہے لت

ٹھرکیوں میں قومیت کا غم نہ ذعمِ ذات ہے
دیدہ ہائے دلبراں میں ڈوب جانے کی ہے لت

دوسروں کی بات سنتا ہے کہاں کوئی بھلا
ہر کسی میں تو فقط اپنی سنانے کی ہے لت

سنتا ہے ''دردیلے'' گانے عاشق ناکام بھی
پھر عطا اللہ کو بھی رونے رلانے کی ہے لت

ویسے ہی بھڑکاتے ہیں لیڈر عوام الناس کو
پینڈؤں میں جس طرح مرغے لڑانے کی ہے لت

کیا بتاؤں کتنے اڑیل ہیں نفوسِ دیگراں
ہو کے کیانیؔ مجھ میں کیسے مان جانے کی ہے لت

گوری!

تیرا میک اپ

ہے کس کاری جوگا

گرمی میں باہر نہ جانا

دھوپ میں گڈمڈ ہو گا

سارا گیٹ اپ

گوری!

☺

بہرِ دنیا عفیف سے کیوں ہیں
میرے حق میں کثیف سے کیوں ہیں

کوئی چمکے سے پیچ دے جا کر!
اِس قدر بھی شریف سے کیوں ہیں؟

جو فقط بالغوں کی خاطر ہیں
وہ لطیفے لطیف سے کیوں ہیں

جن کو رب نے "نواز ✷" رکھا ہے
جانے فطرت میں تھیف سے کیوں ہیں

✷ جی جی، روئے سخن اُنہی کی طرف ہے۔

تیرے کوچے کی سمت جاتے ہوئے
سارے رستے مصیف سے کیوں ہیں

جن پہ صد فیصدی بھروسہ ہو
بے وفا بھی خفیف سے کیوں ہیں

وہ صحیح ہیں جو سر کو آتے ہیں
ہم غلط ہیں، نحیف سے کیوں ہیں

زیست جب باہمی غزل ٹھہری
آپ اِس میں ردیف سے کیوں ہیں

اور نمٹیں غموں سے کیسے ظفرؔ
جانتے ہیں، ظریف سے کیوں ہیں

وہ اور ہم تم

رانجھا تھا سو بس ہیر پہ جاں وار گیا
مجنوں تھا سو قربان ہوا لیلیٰ پر
اِس دور میں دیوانگیٔ عشق کہاں
ہم تم ہیں فقط پھوپھو کی بیٹی کے بر

استاد پھر استاد ہے

آج تجربہ کار زمانہ بھی کیانی
اِس کی نظروں کو عقابی جانتا ہے
ماں کب اپنے innocent کو جانتی ہے
جتنا ٹیچر اسٹوڈینٹ کو جانتا ہے

ریختی

لندن ہوں، ٹورانٹو ہوں یا مدراس مرے وہ
دِل میں ہیں تو ہر دم ہیں مرے پاس مرے وہ

کہتے ہیں اگر مجھ کو مرے داس مرے وہ
اوروں کو تو ڈالا نہ کریں گھاس مرے وہ

بھاتی ہے تو بھاتی رہے ریما کبھی میرا
پھر بھی ہیں مرے خاص (بہت خاص) مرے وہ

گھر والوں کی خاطر تو ہیں لٹھ مار سدا سے
باہر ہیں سبھی کے لئے حسّاس مرے وہ

صورت ہو یا سیرت ہو کوئی فرق نہیں ہے
اک ڈائی کی پیدا ہیں مری ساس، مرے وہ

لکھے ہی چلے جاتے ہیں مرضی کے فسانے
کورا سا سمجھ کر مجھے قرطاس، مرے وہ

دس بیس برس اور اٹھارہ کی رہوں گی
ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں انچاس مرے وہ

شاپنگ سے مجھے کروائیں گے یا چھوڑیں گے میکے
کر کیوں نہیں لیتے ہیں بھلا ٹاس مرے وہ

پروا نہیں جو کہتی ہے کہتی رہے دنیا
رکھتے ہیں اگر بندی پہ وشواس مرے وہ

(مصطفیٰ زیدی کی غزل کی پیروڈی)

یقیناً پِٹ ہی جائے گا ڈفر آہستہ آہستہ
یوں اُس کے پیچھے آئے گا اگر آہستہ آہستہ

ابھی کھڑکی سے تاڑو، چھت سے تا کا جھانکیاں کرلو
پڑے گی اُس کے ابّے کی نظر آہستہ آہستہ

نظریئے کو تو دیکھو، لیڈروں کے کاز تو سمجھو
اُٹھیں گے پردہ ہائے بام و در آہستہ آہستہ

محلے بھر کی خلقت کو امڈتا دیکھنا خود پر
پٹو اُن لڑکیوں کے نام پر آہستہ آہستہ

کہیں ابرِ بلا برسے تو دیکھو گے سرِ راہے
بہے گا اُن کے جلووں کا کلر آہستہ آہستہ

یونہی اِک روز پرموشن کا قضیہ بھی چکا لینا
لگانا باس کو جا کے بٹر آہستہ آہستہ

☺

ساون کے اندھوں کے لئے منظر ہیں سب ہرے
اِن کی بلا سے دوسرا بندہ جئے مرے

جس سے بھی دل لگائیں وہ "لاگے*" نہیں لگے
جس کے قریب جائیں وہ بولے پرے پرے

اِس واسطے تو جرأتِ "اوں، آں" نہیں مجھے
دیکھے ہیں دستِ ناز میں ہر وقت مُوگرے

سرکار کی غلام بھی اور افسروں کے بھی
جس کو ہو ماں کی بددعا وہ نوکری کرے

* قریب آنا (پنجابی)۔

یہ غلغلہ ہے شہر میں، ”کُتے کہاں گئے؟“
کھاتا نہیں سموسے تبھی قیمے سے بھرے

گھر والیوں نے مرد کو بے خوف کر دیا
جو اِن کے ساتھ رہ لے، چڑیلوں سے کیوں ڈرے

ماٹو ہے سب کا ”گاڑیاں سب پر چڑھا ئے جا“
بچئے جناب! مت یونہی کیجے ارے ارے!!

ڈستے رہے ہیں پھر بھی سمجھ نہ سکی یہ قوم
لیڈر کہاں ہیں ملک میں، سارے ہیں کوبرے

فلموں سا عشق مانگنا اچھا نہیں ہے بی!
ہوتے ہیں دام ایسی محبت کے واں کھرے

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی
”تلی تے“ سب مروڑتے پھرتے ہیں باجرے ✷

✷ قمر باجوہ کی ریٹائرمنٹ پر پی ٹی وی کی تقریب میں یہ گانا خصوصی طور پر چلایا گیا تھا۔

دیکھے ہوئے ہیں دانت کسی نے حضور کے
اس واسطے تو آپ کے آتے نہیں ورے

زنبیل سے نکال لے اپنے بھی بل فریب
کوئی عدو کی سازِشِ پیہم سے کیوں ڈرے

کس کو خبر کہ واقعہ شامت کا ہے ظفرؔ
بانٹے گئے ہیں جس پہ مٹھائی کے ٹوکرے

امورِ سلطنت

ڈالنا بھی مت گدائی پر حقارت کی نظر
اب مہارت اِس میں پانے میں بچت ہے دوستو
دورِ نو میں ہاتھ پھیلانا بھی ہے علم و ہنر
یہ بھی یکے از امورِ سلطنت ہے دوستو

چوٹی

(لمرک)

کیا کیا سجیلا ہے یہ منڈا اسیالکوٹی
کوہِ مری میں اُس نے اک ناٹی سی ہے نوٹی
اب آگے تو بڑھے گا
چوٹی تو سر کرے گا
پر یہ نہ پوچھیے گا کہ کون سی ہے چوٹی

فٹنس کی فکر

منڈے کھنڈے ہی کہاں دوڑیں لگاتے ہیں ظفرؔ
چاہیے ہر ففٹی پلس بھی تندرستی میں جئے
فکرِ فٹنس ہے ہمارے افسرِ اعلیٰ کو بھی
بیٹھ کر گاڑی میں جاتا ہے وہ جاگنگ کے لئے

سائفر

ویکسی نیشن بے حیائی کی تو لگتی آئی ہے
قوم میں اسلاف کا یہ گند کیسے رہ گیا
سائفر پر خان کو رگڑا تو لگنا چاہیے
لیڈروں میں کوئی غیرت مند کیسے رہ گیا

☺

مت دکھلائیو ناز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ
پہلے شو یور کاز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

اب دل کے نیٹ ورک سی رونق دے نہ پائے کبھو
ٹیلی نار یا جاز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

اُس نے اپنی بھینگی نظروں کو کر رکھا ہے
دیدۂ غماز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

موئے مُکے ہیں پر مجھ مسٹنڈے پر ہیں بار
میرے سب "اِن لاز" ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

اِتنے کی تو مشق کروں میں جتنا ہوا ٹرین
مووی کر دے پاز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

دورِ نو کے سب شہبازوں کو پایا ہر بار
نخروں میں شہناز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

تُو نے لوڈ ڈ کر رکھا ہے، گوری رکھے خاک
پیٹ میں اِتنے راز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

ٹھیک نہیں ہے کرتے رہنا بیٹل آف داراک
ہستی کا ہر ساز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

اُس کا غرورِ حسن تو ہے کانوں کے پردوں پر
دے لے تُو آواز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

یوں دبوایا جذبِ دل کا دم ہی گھونٹ دیا
وہ جو تھا دمساز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

میری توبہ کو بلڈوز نہ کر یوں غمزوں سے
آ جا اب تو باز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

---ق---

ایسے اپنے دیوانے کو کاہے دیتی ہے
دھمکیلا شوکاز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

جھوٹ جو بولا ہے تو تیرے حسن کے صدقے میں
کرنا تھا آغاز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

شاعر ہے تو شعر سُنا! مت بھانڈوں جیسا کر
پڑھنے کا انداز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

میرا کیانی پن تو یونہی تن فن جاتا ہے
کر کے نظر انداز ری گوری مجھ کو کیجو ماپھ

عصرِ نو کا نوحہ

ہائے اب اپنے وطن پر چڑھ گئے ہیں کیسے رنگ
لگتا ہے کہ بن گیا مالک فرنگ
قوم کس جانب بڑھے

چڑی چھکا کھیلنا پیشہ تھا جن کا لان میں
آ گئے ہیں ہاکی کے میدان میں
کھیل پھر کیوں نہ وڑے

مارشل لاء جیسی بن کر رہ گئی ملکی فضا
اب ہے پاکستان ڈفرستان سا
ہر قدم پر ہیں گڑھے

ہر حکومت کو کئے جاتے ہیں آ کر بے دخل
پھر بھی وہ کہتے ہیں خود کو نیوٹرل
ہر کہیں کھُر ہیں اڑے

بسکہ ممنوعہ شجر ٹھہری سیاست تو bro
ہم عوام الناس کے سینے پہ وہ
لے کے راشن کیوں چڑھے

ایسا نیزہ پھینکیں مل کے قوم کے ارشد ندیم ✶
جو نظامِ ملک ہے یکسر سقیم
اُس کے سینے میں گڑے

اور اسلوب کیا ہے فیشن کا
جسم کی مختصر نویسی ہے

✶ جیولن تھرو کے کھلاڑی

☺

وہ مولڈ کر لے ہماری رائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ
بلائے مجھ کو پلائے چائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

یہ میرا دل ہے اُسی کی خاطر، ہمیشہ اُس کے لئے ہے حاضر
وہ جب بھی آئے سو آئے جائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

وہ عقد کرتے ہی اپنا کنبہ، بڑھا ہی جاتا ہے بے محابہ
بنائے بیٹھا ہے کانوائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

وہ لاکھ لائق ہو، محنتی ہو، ترقی کا حق نہیں ہے اُس کو
جو پیشِ افسر نہ دُم ہلائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

وہ بے لحاظی میں ہے یگانہ، مجھے تو ڈر ہے کہ مانگ لے گا
سکونتِ قلب کے کرائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

مذاق سب کا بھلے اُڑا لیں، کبھی کبھی آئینہ بھی دیکھیں
یہ کیری کیچر بنے بنائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

خلائی مخلوق ہے وہ ہیرو، جو اپنے ہاں کی حکومتوں کو
کبھی گرائے کبھی اُٹھائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

زنانِ عالم پہیلیاں ہیں، سو رن میں ہم مردوں کی سناں ہیں
تمام رمزیں، سبھی کنائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

کبھی وہ باتیں سُنا دے ہم کو، کبھی وہ لاتیں جما دے ہم کو
کبھی وہ رو دے کبھی ہنسائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

جڑے وہ اوروں پہ پھبتی لیکن، ظفرؔ جو اُس پر ہنسے کسی دِن
رہے نہ نائیس قسم کا گائے، بلاتکلف، بلا رکاوٹ

کشمکش

(نظمِ معین)

جاناں!

کب سے سوچوں

تیرے ابّے والی

فائر وال سے گزروں کیسے

کیونکر ملنے والی

راہ نکالوں!!

جاناں!

بکرا

بیگم چھوڑ ہی دو اب، یہ گردانِ روز و شب
”یہ نحیف سا بکرا، یہ نزار سا بکرا“
سیلری نہیں اِتنی، جتنا خرچ آیا ہوں
میں خرید لایا ہوں، ساٹھ ہزار کا بکرا

قتلِ آم

عدل بھی ”ازخود توجہ“ دے کہاں
ہر زمانے میں جو اِس کا کام ہے
قابلِ نوٹس تو ہے ظلمِ شکم
کس قدر ہر گھر میں قتلِ آم ہے

☺

نرگسؔ و سحر شؔ و ناہیدؔ و کنولؔ موجِ غزل
لفٹ جس سے ملے اُس اور نکل موجِ غزل

سر پٹختی ہے عبث بھری چٹانوں سے کیوں
تیرے بھیجے میں ہے کیا کوئی خلل موجِ غزل

لوگ آسانی سے سنتے نہیں رطب و بس
چاہیے اس کے لئے کالا عمل موجِ غزل

کسی گمنام جزیرے پہ اُگل دِل کا غبار
غیر شنوائی پہ ایویں نہ اُبل موجِ غزل

غمِ دوراں، غمِ جاناں، غمِ سسرال سمیت
جھیل کر آئی ہے ہر ایک ٹُنل موجِ غزل

غیر ہموار زمینوں پہ ادائیں نہ دکھا
تیرے پاؤں میں نہ پڑ جائیں کڑل موجِ غزل

ایک تربوز سے کیلے کو محبت ہوئی ہے
تو اناروں کی کلی نہ میں مغل موجِ غزل

اِس کے اشعار کی ضربوں سے نہ ٹوٹا کھ بھی
یونہی عالم میں بجاتی ہے بغل موجِ غزل

ہفت اقلیم کی دولت نہ ملے گی کہہ کر
نثری نظموں کے سخنور کو "چول" موجِ غزل

اپنے اسلوب کی ہٹ پر ہی رہے گی قائم
کسی طوفان سے ہو گی نہ پزل موجِ غزل

آج کل اِس کا بھی منہ متھا بنا تجریدی
یوں تو اپنے تئیں بنتی ہے سجل، موجِ غزل

کون سنتا ہے اگر دھیمے سُروں سے بولے
اپنی آواز کو کر صوتِ بگل، موجِ غزل

اپنی فوں فاں میں نظر آتا ہے جب کوئی ظفرؔ
منہ چڑاتی ہے بہ اندازِ ہزل موجِ غزل

الرجی

سزا دار الحکومت میں رہائش کی ملی کیسی
یہ پولن کی الرجی تو ہماری جان کو آئے
ہُوا دشوار سے دشوار تر اب سانس لینا بھی
یہ ظالم شہر فدوی کا گلا ہی گھونٹتا جائے

لاہور کی کُڑی

(لمرک)

پنگا لیا ہے جس نے، اُس سے لڑی تو ہو گی
اِس سے اڑا جو ہو گا اُس سے اڑی تو ہو گی
اِس سے پڑا جو پالا
حیران کیوں ہے لالا!
لاہور کی کُڑی ہے تو پھلجڑی تو ہو گی

☺

اپنے دِل پر ہے کہاں اپنی رِٹ
اپنی منجی کو کہئے ہے تُو فِٹ

رنگ پھُرتی سے بدل لیتا ہے
وہ ستمگر ہے سراپا گرگٹ

دوسروں پر تو ہیں جگتیں زیبا
اپنے سر پر نہ چپت مارے وِٹ

ہیروئین بولڈ سا فیشن کر لے
فلم کو کر دے بے اندازہ ہِٹ

آ گئے تازہ بنے رستے پر
نقشِ پا کر لئے اپنے انمِٹ

خانگی زیست کے پھل اور بھی ہیں
لازمی تو نہیں بیگم سے پِٹ

جڑ دی "سِک لیو کی ایپلی کیشن"
اُس نے انگریزی میں کی جب گِٹ پِٹ

نوکری کے لئے اسناد نہیں
لاؤ اَن پڑھ سے منسٹر کی چِٹ

آدمی رہ نہیں پاتا مطلق
آدمی جب ہو ظفرؔ ایم اے لِٹ

ایک برسات کی شام

نالہ لئی، راولپنڈی کے پل پر

(علامہ اقبال کی نظم "ایک شام۔ دریائے نیکر ہائیڈل برگ کے کنارے پر" کی پیروڈی)

پُرشور برسات ہے اِدھر کی
نظروں میں ہے خوف ہر نفر کی
باڑے کے ہیں بھینسوں والے مضطر
پھرتے ہیں سبھی گوالے مضطر
فطرت غضبناک ہو گئی ہے
چھت جیسے فلک کی چو گئی ہے
پانی کے وہ زور اندروں ہیں
لئی کے کنارے ہی فشوں ہیں
ہر لب پہ صدائے الاماں ہے
سیلاب کا پنگا پرفشاں ہے
مفرور ہیں شہر کے سب اعلیٰ
سارے ہیں مراقبے میں گویا
سیلاب للکارے، "ہُن کھلو جا!"
موقع سے ظفرؔ فرار ہو جا

گیراج والی غیرت

رنگ لایا ہے کسبِ معاش آپ کا
جس کو غیرت کہیں وہ کہیں وڑ گئی
اک تماشا ہوا حسن کا، عشق کا
ایک بنیاد گیراج میں پڑ گئی

رٹو طوطا

دیکھنے والوں نے دیکھا
ٹھینگا اُس کے نالج میں
جس نے رٹا بازی سے
ٹاپ کیا تھا کالج میں

☺

خرّاٹوں کا برپا شر ہے، جاگو بھی
سر پہ اٹھائے سارا گھر ہے، جاگو بھی

کب سے جگانے پر بھی جاگ نہیں پاتے
وہی تمہارا اگر مگر ہے، جاگو بھی

ساری دنیا کی ہے تم سے دوڑ میاں
جو جاگا ہے وہی وِنر ہے، جاگو بھی

بیگم کا پارہ بھی ہے جولانی میں
یہ آوازہ بارِ دگر ہے "جاگو بھی"

سارا محلہ دیکھے، تم محروم ہو کیوں
ہمسائے میں شورِ غدر ہے، جاگو بھی

بیل پہ انگلی دھر کے شاید بھول گیا
دروازے پر کوئی ڈفر ہے، جاگو بھی

سپنے میں مصروفِ ڈنر ہو اور کہیں
گھر میں بھی تو وقتِ ڈنر ہے، جاگو بھی

سارا ہی سسرال یہیں پر آن بسا
گویا یہ گھر بھوت نگر ہے، جاگو بھی

کس سے ہے امید وفا کی نادانو!
وہ جو محوِ ہجر مچر ہے، جاگو بھی

کس کی خاطر لڑے مرے تھے، اور اس وقت؟
کون کہاں پر شیر و شکر ہے؟؟ جاگو بھی

بوٹوں کے تسموں میں مونچھیں جکڑی ہیں
سارا سسٹم زیروزبر ہے، جاگو بھی

بعض "نشئیوں" کو ادراک نہیں رہتا
آگے کوئی بندہ بشر ہے، جاگو بھی

عقد ہے ایسی کرکٹ جس میں ہر عاشق
بیٹر ہے پر "آف کلر" ہے، جاگو بھی

سارے اپنے شعر سنا کر بھاگ لئے
سننے والا کون اِدھر ہے، جاگو بھی

ہم سے سگریٹ کی عادت تو چھٹنی نہ تھی
اِس کا سہرہ گرانی کے سر جائے گا

سیاہ بختی

(نظمِ معین)

اے سنڈے!

نویدِ فراغت

تُو اپنے تئیں لائے لیکن

ہمارے نصیبوں میں آرام کب ہے

کہ ہر بار ہوتی ہے اِس دن

ایمرجنسی، شامت

اے سنڈے!

sunday*

نظر آنے لگی ہے پیکرِ قابوس کوئی
fluffy لگ رہی ہے اب ہمیں قاموس کوئی

کسی عارض پہ اِتنی سرخیاں امڈی ہوئی ہیں
دکھائی دے رہا ہے سب کو یکسر روس کوئی

دعائیں بھی سنے تو اِس طرح سے چونک جائے
تھما دی ہو کسی نے اُس کو جیسے گھوس کوئی

کسی کوچے سے گزرا تو قدم تھم تھم کے رکھے
مری نظروں کو تِلکاتا رہا ملبوس کوئی

بنے گا دیکھنا اپنی گلی میں شیر کتا
رہے گا جب تلک اڈیالہ میں محبوس کوئی

بلینڈر آن کر کے ملک کا دے آئے حکماء
نکالے شوق سے ہم آپ کا اب جوس کوئی

گلہ ہو گا یہ حاتم طائی کی گھر والی کو بھی
مرے پلے پڑا ہے کس قدر کنجوس کوئی

رقیبوں سے دھنائی کا ہے خطرہ اس گلی میں
نقوشِ پا بنائیں زاویہ معکوس کوئی

رہے گی پہلوئے لنگور میں وہ حور جب تک
اُسے ملتا رہے گا ہر جگہ جاسوس کوئی

ابھی تک ہے وہی اپنی پرانی والی زوجہ
نہ دیکھا ہو گا میرے جیسا دقیانوس کوئی

ظفرؔ اسٹیج پر اک زلزلہ آیا ہوا ہے
ہے محوِ رقص خود کو جان کر طاؤس کوئی

پروفیسر

آئے کمرے میں پروفیسر نہایت شان سے
سر پہ ایسا ہیٹ ہے کہ دیکھتے رہ جائیے
شرٹ بھی ہے کوٹ بھی ہے ٹائی بھی میچنگ میں ہے
کیا ہو ایسے میں اگر پتلون عنقا پائیے

جستجو

گھر سے اسکول ہے کچھ دور، چلو یوں کر لیں
اپنے روتے ہوئے بچے کو پڑھایا جائے
کیا خبر یوں ہمیں مل جائے نیا سُر اے ظفرؔ
اِس کی رُوں رُوں کو ذرا اور بڑھایا جائے

رَتھ

چلائی جو اتھرے نے گاؤں میں رتھ
تو اُڑنے لگی ہے ہواؤں میں رتھ

یہ چنگ چی کی شورش ہے جس کے لئے
تھی اس کام پر ابتداؤں میں رتھ

کسی چودھری کا ہے شوقِ فضول
وگرنہ کہاں ان فضاؤں میں رتھ

چڑھے آئے یلغار کرتی ہوئی
لگے ایک جملہ بلاؤں میں رتھ

جو اب رہ گئی سیر کے واسطے
یا سڑکوں پہ تھی یا سراؤں میں رتھ

چلے تو زمیں پر کہاں ٹکتی ہے
اُڑن طشتری سی خلاؤں میں رتھ

بلاتے ہیں ہم آج اُوبر کریم
رہی ہے کبھی آشناؤں میں رتھ

یہ "وڈکوں" کی سروس کو مختص ہوئی
نہیں آتی میری گپھاؤں میں رتھ

پٹختی ہے یوں جادۂ خام پر
ہو جیسے ہماری سزاؤں میں رتھ

ظفرؔ گھوڑوں کی مرضی پر ہے سفر
رُکی آ کے برگد کی چھاؤں میں رتھ

یکسانیت

(لمرک)

بیباک جب کڑیاں ہوئیں، ٹھرکی سبھی حضرت ہوئے
دیکھا جہاں پر بھی حسیں چہرہ وہیں غارت ہوئے
پیشِ زناں ڈھب ایک ہیں
اِس باب میں سب ایک ہیں
لاہور کے منڈے ہوئے یا پنڈی کے جاکت* ہوئے

* پوٹھوہاری پنجابی میں لڑکے کو کہتے ہیں۔

☺

ہم ٹھرکیوں کا قیس سے ملتا ہے زائچہ پڑھ
حلوائی کی دکان پہ دادا کی فاتحہ پڑھ

شرمندہ ہو رہا ہے تو اپنی سلیننگ پر کیوں
ہوتا ہے جو مقننہ میں وہ مکالمہ پڑھ

زاں پیشتر کہ تجھ کو چڑھا دے زمانہ از خود
بہتر یہی ہے لے کے تو کے جی میں داخلہ پڑھ

شادی شدہ ہوا تو وہ یاروں کا کب رہے گا
ملّا نکاح پڑھتا ہے تو اُس کا مرثیہ پڑھ

✶ مفعول فاعلاتن مفاعیل فاعلاتن

یہ ازدواجی زیست ہے ایسی تو ویسی بھی ہے
لیکن تو اِس کتاب میں بس اپنا فائدہ پڑھ

جاہل ہے پولیٹیشن سو کیسے بتائیں اُن کو
جو ووٹروں نے تجھ پہ کیا ہے وہ تبصرہ پڑھ

پنجاب ڈارک ویب کا مرکز ہے بننے والا
مریم ۔۔۔وہ وڈیو والی بنے گی جو خادمہ پڑھ

جو اُس کی تیوری میں ہے وہ بھی ملاحظہ کر
کس نے کہا ہے اُس کی کمر کا ہی زاویہ پڑھ

ماں نے تو یونہی لاڈ سے شہزادہ کہہ دیا تھا
تجھ کو پڑھانے پر جو تُلا ہے یہ آئینہ پڑھ

رمضان میں

بند شیطان ہے ماہِ رمضان میں
پر جو انسان ہے ماہِ رمضان میں

بھیا جانی سے پوچھے تو کوئی ذرا
منہ میں کیوں پان ہے ماہِ رمضان میں

تاڑنا کھل کھلا کے بھی موقوف ہے
سخت ہیجان ہے ماہِ رمضان میں

حلف شکنوں کا دستِ ستم ہے وہی
کان در کان ہے ماہِ رمضان میں

روئے میک اپ زدہ ہے خجل، ٹھہریو!
کس کا ارمان ہے ماہِ رمضان میں

تیرا عرفان ہے کس کڑی پہ فدا
تجھ کو عرفان ہے ماہِ رمضان میں؟

اب پکوڑہ پکوری بھی ہے معتبر
برتر از نان ہے ماہِ رمضان میں

کس کی روزی لگی کس کو روزہ لگا
چشمِ حیران ہے ماہِ رمضان میں

اب گرانی ہے چھکے چھڑائے ہوئے
فدوی ہلکان ہے ماہِ رمضان میں

----ق-----

اب کھجوروں سے روزہ کشائی کی خو
جزوِ ایمان ہے ماہِ رمضان میں

اور قیمت سنیں تو وہیں موقع پہ
جاں کا نقصان ہے ماہِ رمضان میں

میری بیوی نے سارا بجٹ "کوہ" دیا
سالا مہمان ہے ماہِ رمضان میں

رونگ سمتوں کے کرتوت پکڑے گئے
سب کا چالان ہے ماہِ رمضان میں

روزہ خوروں کو دعوت ہے افطار کی
اُن پہ ہی تان ہے ماہِ رمضان میں

اپنے اعمال پر اک نظر کہ میاں
کچھ تو فقدان ہے ماہِ رمضان میں

تم بھی بندے کے پتر بنو دوستو!
رب تو رحمان ہے ماہِ رمضان میں

خوردنی شے نہیں، کیوں ہڑپنے چلے
یہ مرا کان ہے ماہِ رمضان میں

ہائے روزے میں بھی جان کھانے چلے
ان کا دیوان ہے ماہِ رمضان میں

بھلا درکار ہے اِس سے بھی بڑھ کر اور پہچاں کیا
جو اِک دوجے کی ٹانگیں ہی نہ کھینچیں وہ مسلماں کیا

ثقافت کے نمائندے

(ترائیلے)

وہ ہماری ہی ثقافت کے نمائندے ہیں

جن کو سمجھے ہیں کبھی ہی کبھی شی میں ہم تم

یوں تو ہم شرفاء کے ماحول سے کچھ ہٹ کے ہیں

وہ ہماری ہی ثقافت کے نمائندے ہیں

کیا بتائیں اُنہیں کیا جانتے ہیں، کیسے ہیں

شبہ فرماتے ہیں ویسے تو سبھی میں ہم تم

وہ ہماری ہی ثقافت کے نمائندے ہیں

جن کو سمجھے ہیں کبھی ہی کبھی شی میں ہم تم

منزل یہی کٹھن ہے۔۔۔

اگر تیرے لیڈر نے کی ہے گرانی
اُسے باتوں باتوں میں پڑنے لگوں میں
اگر میرے والے نے کی ہے گرانی
تو بحران ہے عالمی، کیا کروں میں

بِلبلاہٹ

بجلی والوں کی محبت کے میں صدقے جاؤں
سیلری ساری اِسی مد میں لگا دیتے ہیں
اِس دفعہ بجلی کا بِل ہوش اُڑا ئے ہوئے ہے
بجلی دیتے ہیں کہاں بجلی گرا دیتے ہیں

☺

عورت اِسی hunting پہ رہے خرم وخورسند
ہو صید کبھی بھابھی کبھی ساس کبھی نند

فیشن وہ حجابوں میں ہے، کھلتا نہیں ہم پر
دوپٹہ ہے سر کا یا گلے کا ہے گلوبند

دیکھا ہے یہی کارگہِ دنیا میں اکثر
احمق وہی ہوتا ہے جو بنتا ہے عقلمند

دس کاکیاں کرلیں اسی خواہش میں تولّد
کیوں ماند نہیں پڑتی تری خواہشِ فرزند

اِس واسطے گھر میں کبھی جھگڑا نہیں ہوتا
شوہر ذرا باریک ہے، بیگم ہے تنومند

منصف نہیں پر جرمِ محبت کی سزا میں
کر رکھا ہے مدت سے اُسے دل میں نظر بند

پائے گا ہمہ وقت مجھے نیٹ پہ زمانہ
گھر میرا نہ دلی نہ کراچی نہ سمرقند

زندہ تھا تو خوش پوش تھے کیا کیا ترے نخرے
مر کھپ گیا تو ہو گیا تو خاک کا پیوند

وہ اپنی شرافت کے لگائے بھلے تمغے
آ آ کے سیاست میں تو ڈالا نہ کرے گند

کرنے نہیں پایا ہے شکم پُر اِسی باعث
کھانے کی جگہ کھاتا رہا ہے کوئی سوگند

وہ خاک ترے سوکھے سڑے جذبوں کو سمجھے
گُل سے بھی زیادہ جسے خوش آتا ہے گلقند

فرما نہیں سکتا ہے کوئی طنز و مزاح بھی
وہ دہاڑنے لگتا ہے "میں بھن دینے ترے دند"

اب تک ہمیں اندازِ مسلمانی نہ آیا
اب بھی وہی مرزا، وہی کیانی وہی مہمند

ایک تروینی

کرپشن کو پکڑنے کے لئے ہے
بنا ہے محکمہ اینٹی کرپشن

کرپشن کی یہی تو جامعہ ہے

مخمس بر غزل شان الحق حقّی

تاڑتے تم ہمیں یوں تو سرِ راہے جاتے
گاہے آتے میرے رستے میں تو گاہے جاتے
ہو کے ہم کیوں نہ بھلا تلخ نگاہے جاتے
"تم سے الفت کے تقاضے نہ نباہے جاتے
ورنہ ہم کو بھی تمنا تھی کہ چاہے جاتے"

ہم نے مانا کہ تو اپنے تئیں ہے اچھا طبیب
پھر بھی ہیں آج کے عشاق کے امراض عجیب
اِن کو پا سکتی ہے کیسے تیری تشخیص غریب
"دِل کے ماروں کا نہ کر غم کہ یہ اندوہ نصیب
زخم بھی دِل میں نہ ہوتا تو کراہے جاتے"

ایسے کیوں کرتا کوئی میری وفا کی توثیق
افسرِ اعلیٰ کے سائن سے ہی ہوتی تصدیق
پھر بھی تسلیم ہے تیرے لئے اے میرے رفیق
"ہم نگاہی کی ہمیں خود بھی کہاں تھی توفیق
کم نگاہی کے لئے عذر نہ چاہے جاتے"

ایروں غیروں پہ بہت تیرا رہا لطف و کرم
خاروخس کو بھی تھماتی رہی جامِ شبنم
ہر پٹاخے کو بنایا ہے بڑے پیار سے بم
"کاش اے ابرِ بہاری! تیرے بہکے سے قدم
میری امید کے صحرا میں بھی گاہے جاتے"

اب بھی عشاق کو بھولا نہیں جینا مرنا
عشق کی ایلفی سے رشتوں میں وفائیں بھرنا
قبر تک ساتھ نہیں چھوڑنا، پیچھا کرنا
"دی نہ مہلت ہمیں ہستی نے وفا کی ورنہ
اور کچھ دن غمِ ہستی سے نباہے جاتے"

کتنے چاہت فتح علی خاں

سب نے اٹھا لیا ہے کیوں آسمان سر پر
کیا ہے جو بے سرے ہیں چاہت فتح علی خان
اپنی سیاستوں کی جانب بھی تو نظر ہو
سارے بھرے ہوئے ہیں چاہت فتح علی خان

خراٹے اور گانے

کیسے کہہ دوں میں جا کر
خود سے بھی بیگانے سے
تیرے خرّاٹے تو ہیں
بہتر تیرے گانے سے

☺

دولت کا جب حسین ہوا
نُورا نورالدّین ہوا

"ڈِنگے" کو سمجھانا بھی
بھینس کے آگے بین ہوا

ٹوٹ گیا اِک ضربت سے
دل بھی "میڈ اِن چین" ہوا

سر کے بل کردار گرا
افسانہ رنگین ہوا

بیوی سے ناراضی گئی
کُنبہ دو سے تین ہوا

اب بدمعاش اُسے کہنا
کلمۂ تحسین ہوا

مجبوری میں صبر کا گھونٹ
جرعۂ تسکین ہوا

ہائے جواباً ہوں نہ ہاں
میسج کب کا seen ہوا

پہنی سسٹم نے وردی
بازی کا فرزین ہوا

آگ لگا کر اب کیسا
بندۂ مسکین ہوا

میرا بننے سے پہلے
کس کس پر وہ lean ہوا

کھٹے میٹھے ذِکر سے کیوں
شعرِ ظفرؔ نمکین ہوا

ایک ترو ینی

نہیں چلنی تھی جن کے بِن یہ دنیا
وہ ٹیلنٹ قبر میں سویا ہوا ہے

یہ مشکِ خاک بھی ہے کس ہوا میں

(شبنم شکیل کی غزل کی پیروڈی)

رِنگ سے باہر نہ مکا یاد آنا چاہیے
جو نہ سوجھا اپنے بوتھے پر جمانا چاہیے

ذکر کرنا چاہیے پیرایۂ تجرید میں
رفتہ رفتہ یوں اسے سب کچھ بتانا چاہیے

کربِ شاپنگ میں میاں کو ڈالنے کا وقت ہے
اب تمہیں دل کھول کر آنسو بہانا چاہیے

کیسا اچھا راستہ تھا جو کہیں جاتا نہ تھا
اب جہاں بھی جانا ہو اُس پہ ہی جانا چاہیے

لے کے دے دے ارزاں نرخوں پر کوئی اچھا مکاں
اے سٹیٹ ایجینسی والے اک ٹھکانہ چاہیے

وہ کڑی اک چائے کی دعوت پہ آمادہ نہیں
اور ہمیں قربت کا اُس کی اک زمانہ چاہیے

جب تمہیں پورا نہیں کرنا تو اطمینان سے
جیسے بھی وعدے وہ چاہے، کرتے جانا چاہیے

لفٹ دیتا ہی نہیں ہے سو اسے بے بھاؤ کی
اب سنانا چاہیے اور سب سنانا چاہیے

☺

اِس لئے مجھ سے نہ لکھی جا سکی کوئی کتاب
دنیا لکھ بیٹھی ہے پہلے سے مری سوچ کتاب

پیٹ بھر سکتا ہے تیرا امیرؔ کے دیوان سے؟
تیری ترجیحات میں کیا چیز ہے، روٹی؟ کتاب؟؟

آپ نے جس کا مقدمہ لکھ دیا ہے فی البدیہہ
کاش کچھ اس کے لئے پہلے پڑھی ہوتی کتاب

جو نظر آتی ہے موٹے سے پروفیسر کے پاس
قتل کا ہتھیار بن سکتی ہے یہ موٹی کتاب

افسرِ اعلیٰ ہو شاعر تو کوئی کیسے کہے
آگئی ہے نیند، جب بھی آپ کی کھولی کتاب

یار لوگوں میں یہی پہچان اپنی رہ گئی
عاریتاً لی تو کبھی واپس نہ ہم نے کی کتاب

ہر کسی کو لکھنی کب آتی ہے جناتی زباں
اوکھا مضموں ہے مگر اس سے بھی ہے اوکھی کتاب

وہ کسی آئین یا قانون کو مانیں گے کیوں
جو بنالیں رولز یا قانون کی اپنی کتاب

رنگ بازوں کا جو فرقہ ہے اُنہی کے فیض سے
اِک صحیفۂ دِگر ہے نو مئی والی کتاب

میچ کیوں کرتی نہیں ہے ان سے تیری خودنوشت
جو فرشتے لکھ رہے ہیں روز و شب تیری کتاب

کون کہتا تھا اسے نقاد کے کر دے سپرد
آخرش کر دی نا! میلی نظروں نے میلی کتاب

آٹھ سو کا پیزا لے کر کھا لیا آرام سے
چار سو قیمت کی لگتی ہے مگر مہنگی کتاب

یوں سمجھ میں آنہ پائے گی ظفرؔ کی شاعری
اُلٹے شاعر کی ہے، کر کے دیکھئے الٹی کتاب

ایک تروینی

لے کے دز دیدہ نظر کی ریہڑی
ڈشکرے اب نظر آئیں ہر سو

پھیری والوں کی طرح ہیں تاڑو

☺

کس قدر زرخیز ہو گی سو صفحوں والی کتاب
نذرِ تحسین و تشکر تو ہوئی آدھی کتاب

ٹھیک پہچانا ہے، نقّادِ زمانہ ہیں یہی!
یہ جو ہیں تشریف فرما تھام کر اُلٹی کتاب

اُن کی دردیلی کہانی یوں پڑھی احباب نے
جیسے ہو وہ بھی کوئی طنز و مزاح والی کتاب

شیلف میں اِس کو سجائیں گے یقیناً شوق سے
میچ کمرے سے اگر کرتی نظر آئی کتاب

دو دِنوں میں کھُل کھُلا کے بٹ گئی اوراق میں
اتحادِ قوم جیسی ہی مجلّد تھی کتاب

دِل کے اوپر جیب ہے اور جیب میں کچھ بھی نہیں
کیوں لگے محبوبہ سی شوکیس میں رکھی کتاب

آج بھی ابن صفی کا کام ممنوعہ ادب
آج بھی رومانوی ناول ہے لٹریری کتاب

مفت خوروں میں کتابیں بانٹنے والو، سنو!
ساری دنیا میں پڑھی جا سکتی ہے برقی کتاب

میری بیوی بے سبب سوکن سمجھتی ہے اِسے
محوِ حسرت رہتی ہے، اے کاش میں ہوتی کتاب

لڑکیاں تو ہیں کتابی چہروں والی خال خال
ہاں مگر محبوبہ سی "شکلی" ہے ہر دوجی کتاب

سارے ایلفابٹ اُسے پڑھنے پڑے بھولے ہوئے
اللہ دِتّے کو تھما دی کس نے انگریزی کتاب

۔۔ق۔۔

کون کرتا ہے خریداری بھلا اِن کی ظفرؔ
کس لئے یوں شوق سے شاعر نے چھپوائی کتاب

ڈیڑھ دو برسوں تلک گھر میں اسے کھپنے تو دو
لے ہی جائے گا کباڑی بوری در بوری کتاب

ایک ترو ینی

یوں تو ایسوں کو سارے دھوتے ہیں
خوار پھر بھی تمام جھوٹے نہیں
(تجزیہ کار بھی تو ہوتے ہیں)

جگت باز

(لمرک)

تم نے مرے اِک ہم مکتب کی بات سُنی ؟
جو فیصل آباد کی جم پل تھا، ساتھی!
علموں تو زرخیز نہ تھا
پڑھنے میں کچھ تیز نہ تھا
لیکن جگتیں مارنے میں تھا پی ایچ ڈی

☺

مجنوں نہیں کہ عشق کا الزام ہی آئے
وہ جب بھی ملے اپنے کسی کام ہی آئے

یاد آتا نہیں ہے کہ ذرا ویک ہے میمری
وہ لے کے مرے واسطے بادام ہی آئے

کیا ہم پہ کھلے آپ کے جذبوں کی صداقت
کال آپ نے کرنی نہیں، الہام ہی آئے

سُن ! او!! ابے!!! یہ بھی ہے کوئی طرزِ تخاطب
”ہونٹوں پہ کبھی اُن کے مرا نام ہی آئے“✷

✷ محترمہ ادا جعفری کی غزل کا مصرع۔

عاشق کی دھنائی میں کوئی خاص مزا ہے؟
لے لے کے شکایت جو تری مام ہی آئے

کیوں نوروں فتوروں سے لٹے قوم ہمیشہ
ڈاکو نے ہی آنا ہے تو بہرام ہی آئے

جیون میں تو چل کرنے کا ہے شوق سبھی کو
جھونٹے کے لئے گردشِ ایّام ہی آئے

شیشہ ہی کوئی توڑ دے محبوبہ کے گھر کا
وٹّے میں یوں لپٹا ہوا پیغام ہی آئے

بیماریٔ دِل میں ہیں عبث دل کی دوائیں
لتروں کی خوراک سے آرام ہی آئے

لوکاٹ کے پیڑوں سے توقع تو ہے لیکن
لوکاٹ نہیں آتا تو پھر آم ہی آئے

نابینا بھکاری

(ترائیلے)

کہنے کو تو نابینا ہے بھکاری
نوٹوں کو وہ پہچانتا ہے پھر بھی
اِک عمر اِس پیشے میں گزاری
کہنے کو تو نابینا ہے بھکاری
گن لیتا ہے اپنی بھیک ساری
کہ مالیت جانتا ہے پھر بھی
کہنے کو تو نابینا ہے بھکاری
نوٹوں کو وہ پہچانتا ہے پھر بھی

☺

عاشق نامراد ہم بھی ہیں
بھائی مجنوں کے بعد ہم بھی ہیں

دوسروں کا خیال اپنی جگہ
پاسبانِ مفاد ہم بھی ہیں

کوئے جاناں میں اُڑتے پھرتے ہیں
صورتِ گردباد ہم بھی ہیں

دوسروں کی طرح عمل کے سمے
نقطۂ انجماد ہم بھی ہیں

کبھی دیکھا نہ گیٹ نمبر چھے
یوں تو پنڈی نژاد ہم بھی ہیں

بول دیتے ہیں منہ کو آیا سچ
قابل انسداد ہم بھی ہیں

دوسروں پر اُٹھاتے ہیں انگلی
کیا کہیں مستزاد ہم بھی ہیں

دو جمع دو بھی کر نہیں سکتے
شاعرِ اقتصاد ہم بھی ہیں

اپنے ہر شعر پر سُنا ہے غُل
بسکہ مجبورِ داد ہم بھی ہیں

سردار کی کیا بات ہے

ایک سردار اگر لے کے بندوق
کرنے نکلے کسی مچھلی کا شکار

اور چل دے کسی جنگل کی طرف
اِس پہ حیران نہ ہونا زینہار

کچھ بھی کر سکتا ہے، سردار ہے وہ
اور سردار کی کیا بات ہے یار!

☺

جو پُلس والوں سے بچ کر رہے، وہی ہے صحیح
نہ اِن کی دشمنی اچھی نہ دوستی ہے صحیح

میں سچ کا رستہ ہوں اور وہ نقیب سیاست کا
مرا ہنر ہے غلط، اُس کی ڈگڈگی ہے صحیح؟

نہ آ سکی ہے کبھی مجھ کو چار سو بیسی
گزارتا ہوں صحیح تو گزر رہی ہے صحیح

جو میری بات ہے تو بات بات پر تشکیک
اگر ہے باس کا فرماں تو پیشگی ہے صحیح

کسی کے ڈنک پہ ڈالیں نہ "پِٹ سیاپا✷" کبھی
ہمارے منہ میں ڈونیشن کی چوسنی ہے صحیح

جسے دُرست سمجھتے ہیں عالمی بنئے
چلے چلے نہ چلے پھر بھی کمپنی ہے صحیح

ہمارا بندہ بنا ہے تو بلے بلے ہے
کبھی جو ڈاکو رہا ہے وہ چودھری ہے صحیح

خلاف ہے تو عدالت کا عدل ہے مشکوک
جو حق میں ہے تو ڈیسیجن عدالتی ہے صحیح

کسی بھی بھوت کا شکوہ کبھی سُنا نہ گیا
ازل سے طے ہے کہ بس پاپا کی پری ہے صحیح

✷ رونا پیٹنا (پنجابی)

اگر وہ جلوۂ رنگیں رہینِ میک اَپ ہے
تو گیسوؤں میں جوؤں کی بھی چھاؤنی ہے صحیح

یہ کیسے دور میں تھاما ہے اُردو کا پرچم
زیادہ لوگوں کے نزدیک جب ''سہی✷'' ہے صحیح

تُو اپنے آپ کو غالبؔ سمجھتا ہے ایویں
ظفرؔ یہ کس نے کہا، تیری شاعری ہے صحیح

ایک ترویني

بسکہ گھر کا کھانا کرنا پڑتا ہے موقوف ہمیں
ہر ماہ ہفتہ بھر میکے ہوتا ہے جانا بیگم نے

جیسے ہوٹل والوں کا دھندہ ہو چلانا بیگم نے

✷ سوشل میڈیا تو ایک طرف رہا، اب بعض کتب میں بھی ایسا ہی لکھا نظر آتا ہے۔

(باقر نقوی کی غزل کی پیروڈی)

دشمن کو نہ آمادۂ تقصیر کیا جائے
پھر کیسے حوالات میں زنجیر کیا جائے

جب سرجری دل بھی کسی کام نہ آئی
پھر سوچئے کیسے اُسے کشمیر کیا جائے

لکھ پائے ہیں ہاتھوں سے کہاں دل کی کہانی
اب کیوں نہ اُسے پاؤں سے تحریر کیا جائے

بیگم کو مرا فون کھلا مل گیا کل شب
اِس خواب کو کس بات سے تعبیر کیا جائے

کم بخت بنا دیتا ہے ابو کو بھی اُلّو
کاتب کو کہاں کاتبِ تقدیر کیا جائے

کیوں شوقِ کتاباں ہے کہ جب جیب ہے خالی
کیسانی کو بھی کس بھاؤ میں تشہیر کیا جائے

چاء دیکھ کر چاؤ بڑھ گیا ہے
اُلفت کا الاؤ بڑھ گیا ہے

معمار جزیرے پر کھڑا ہے
لے کر کوئی ناؤ بڑھ گیا ہے

ڈالا جو دماغ پر دباؤ
گھٹنوں پہ دباؤ بڑھ گیا ہے

لفظوں سے جو کھیلا "یسو پنجو"
معنوں میں رچاؤ بڑھ گیا ہے

یہ باپ کی پُش کا ہے نتیجہ
جو سیر میں پاؤ بڑھ گیا ہے

وہ پھر سے چلے گئے ہیں یورپ
آگے جو چناؤ بڑھ گیا ہے

وہ کھانا تھا جس کو قوم کا غم
کھا کھا کے پلاؤ بڑھ گیا ہے

ہر آدمی ہو گیا ہے سستا
ہر چیز کا بھاؤ بڑھ گیا ہے

رتبہ ہے وہی مگر بدن سے
وہ صورتِ کاؤ بڑھ گیا ہے

روبوٹ رکا ہے تیری خاطر
یا سیدھے سبھاؤ بڑھ گیا ہے

پھولا ہوا بٹوہ دیکھتے ہی
منصف کا جھکاؤ بڑھ گیا ہے

عشق پیشہ

(ترائیلے)

ایسا ویسا کچھ کہا تو جھوٹ ہوگا سر بسر
عارضی ہے زندگی تو عشق کیا ہو جاوداں
عشق پیشہ آدمی بڑبولا ہوتا ہے مگر
ایسا ویسا کچھ کہا تو جھوٹ ہوگا سر بسر
عہد و پیماں تو یہی ہیں، ساتھ دے گا عمر بھر
آشنا اِتنا بھی میلانِ رجل سے وہ کہاں
ایسا ویسا کچھ کہا تو جھوٹ ہوگا سر بسر
عارضی ہے زندگی تو عشق کیا ہو جاوداں

☺

پیشِ دربارِ شہی شوخی دکھانا جرم ہے
نومئی کا ذکر ہو تو مسکرانا جرم ہے

زور و زر والوں کو ممنوعہ نہیں کوئی شجر
"آپ انڈر اوتھ ہیں" یہ بھی بتانا جرم ہے

قوم وعدوں کے کسی گڑبڑ گھوٹالے میں رہے
سیدھے رستہ پر چلانا قائدانہ جرم ہے

اِس قدر پیسہ کہاں سے لا سکو گے مومنو!
اِس گرانی میں کوئی گھرور بنانا جرم ہے

جسم سے ڈھل جاتی ہے ساری لطافت ہجر کی
اِس لئے ماہِ دسمبر میں نہانا جرم ہے

جب نہیں دم کا بھروسہ، فکرِ مستقبل بھی کیوں!
ایسا کرنا جرم ہے اور جاودانہ جرم ہے

بین الاقوامی ضوابط کے سراسر ہے خلاف
سامنے ہو باس تو دُم نہ ہلانا جرم ہے

جیب میں کوڑی نہیں تو آم لینے آئے ہو؟
منہ اُٹھا کر یوں سرِ بازار آنا جرم ہے

بوتھے بن جاتے ہیں روئے مقتدر جیسے ظفرؔ
آئینہ خانے میں جا کر منہ چڑانا جرم ہے

مکینک کی محبوبہ

(ترائیلے)
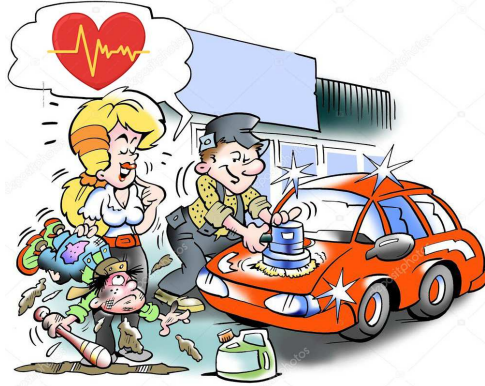
مس روزی کہ محبوبۂ دلبر ٹھہری
کیوں اُس کو مکینک کی نظر سے دیکھا؟
باڈی پہ دھرے رکھیں نگاہیں گہری
مس روزی کہ محبوبۂ دلبر ٹھہری
یوں تاڑنا اُس کو ہے نری بے مہری
ورکشاپ پہ آئی ہوئی روزی سمجھا؟؟
مس روزی کہ محبوبۂ دلبر ٹھہری
کیوں اُس کو مکینک کی نظر سے دیکھا؟

☺

زندگی کرنا تو ہے اِس دور میں کارِ گراں
زندگی کرنے کی جانے ایپس ملتی ہے کہاں

"پاس ورڈ" کوئی بھی اِن کے سامنے ٹھہرا نہیں
پھنس گیا ہے دِل پری روہیکروں کے درمیاں

زاہدوں نے بھی جما رکھی ہے محفل نیٹ پر
آن لائن ہو رہا ہے کاروبارِ ہر جہاں

آئی ڈی ایسے کلاؤڈ میں ہے کہ کھلتا نہیں
کس طرف لڑکے ہیں جانے کس طرف کو لڑکیاں

پائیتھن کوڈ ہے میرے جذبۂ دل کا خمیر
اور اُس ظالم کے منہ میں سی پلس کی ہے زباں

قوم کی خاطر ہیں لیڈر ورنہ ان کے پاس تو
کالا دھن ہے اِس قدر پرچیز کرلیں کہکشاں

کون سے نالے سے جاگے گا دلوں کا نیٹ ورک
قوم کو درکار ہے کس فونٹ کا طرزِ بیاں

دورِ نو کے رابطے ہیں پاو پر سے تیز تر
یہ فضاؤں میں رواں، اِن کا زمیں نہ آسماں

آسرا کیسے کریں، کی بورڈ کے ہیں وائرز
کوئی فائروال اِن کو روک پائے گی کہاں

نجی ڈیٹا بھی کہاں نجی رہا اِس دور میں
safe رہ پائی نہیں وٹس ایپ بہرِ عاشقاں

اظہارِ محبت

(لمرک)
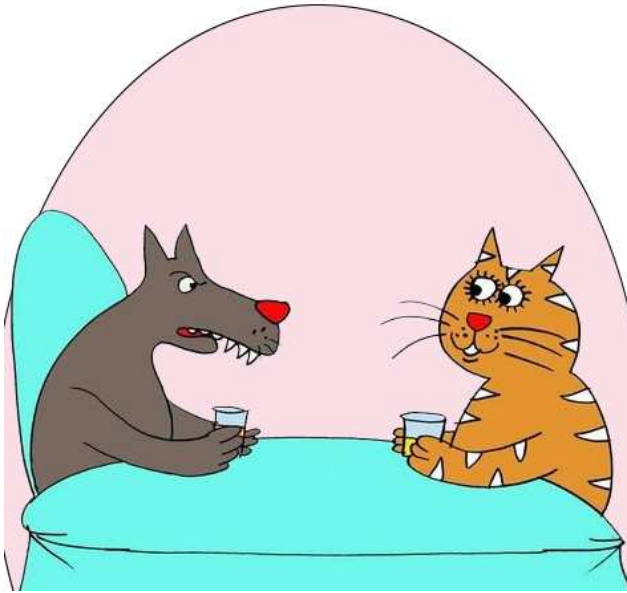
بِلّی بولی پیار سے اپنے دشمن سے
جب کھانے کی میز پہ دونوں مل بیٹھے
میرے بھوں بھوں!
سچ کہتی ہوں!!
تم ہو پہلے کُتّے میرے جیون کے!!!

☺

ختم ہوا زوجین کا جھگڑا کل نہ آج
مُک پایا بے ٹکٹ تماشا کل نہ آج

کوئے یار میں مجھ سے اچھا مرا رقیب
جس پر یار کا کتا بھونکا کل نہ آج

اُس رشتے نے ناچ نچایا تگنی کا
جس پر ڈالا ہم نے بھنگڑا کل نہ آج

مونگ دلی ہے سب نے مل کر سینے پر
نچلا بیٹھا کوئی بھی سالا کل نہ آج

گھر والی کی دہشت ایسی طاری ہے
شیر بھی اپنی جون میں دیکھا کل نہ آج

اُس نے پرچم کیا ہوا ہے تہمد کو
جس کو قوم نے ننگا رکھا کل نہ آج

کون ہیں نامعلوم، یہ سب کو ہے معلوم
لیکن اُن کی دم میں نمدا کل نہ آج

عینی شاہد وہی وقوعے کا ہے پر
گونگا ہو پایا ہے گویا کل نہ آج

میری طرح وہ ماہرِ مکا باز نہیں
منہ پر کوئی مکا روکا کل نہ آج

جس پر لکھتا آیا ہوں میں شعر ظفرؔ
اُن آنکھوں نے بولا "شاوا" کل نہ آج

رقیب سے عقد

(ترائیلے)

اُس نے بدلہ مرا چکانے کو
کرلیا تھا مرے رقیب سے عقد
دیکھ کر ہنستا ہوں زمانے کو
اُس نے بدلہ مرا چکانے کو
موڑ اچھا دیا فسانے کو
ٹھوک مارا ستم ظریف سے عقد
اُس نے بدلہ مرا چکانے کو
کرلیا تھا مرے رقیب سے عقد

(رسا چغتائی کی غزل کی پیروڈی)

جب تک زلف کا لام چلے گا
اپنا بولو رام چلے گا
فقرہ فقرہ جھگڑا لو کا
فتنہ سوئے بام چلے گا
دیکھیں لوگ لگا کر سیڑھی
جب وہ سرو اندام چلے گا
کب تک بے میک اپ کے ملے گا
کب تک یہ ابہام چلے گا
ایسے کیسے سر پہ چڑھو گے
ایسے کیسے کام چلے گا
جب تک بیوی ساتھ رہے گی
شوہر بے آرام چلے گا

فن لیڈری

بھوکی ننگی قوم کو لیڈ جو کرنا ہے
لیڈر کو درکار رہے ہر آن اِشو
قوم کو فکرِ نان سے یوں آزاد کرے
کھول کے رکھ دے کتنے سارے "نان اِشو"

لیڈیز اِن اسمبلی

"اینٹی لیکچول" ہوں یا معروضی لیاقت کی امیں
اِن کو اک دوجے سے پایا ہے سدا چڑتی ہوئی
اِس طرح لیڈیز ہوتی ہیں اسمبلی میں ظفرؔ
جیسے بلیاں ہوں کہیں لڑتی ہوئی، بھڑتی ہوئی

☺

اُس کا چہرہ بھی ہے میک اپ میں کہیں گم گشتہ
گویا پردے میں ہے وہ روئے حسیں گم گشتہ

پولیٹیشن کے بھی چہروں پہ کئی چہرے ہیں
ایک مخلوقِ خلائی ہی نہیں گم گشتہ

اُن کو آتا ہے گھڑی بھر میں سلپ ہو جانا
جہاں پانا تھا اسے، پایا وہیں گم گشتہ

یوں چچا سام کیا کرتا ہے رجیم کو چینج
جیسے کاکل سے کسی کی ہے جبیں گم گشتہ

اِس قدر قبضہ گروپوں نے ترقی کی ہے
میرے پرکھوں کی ہوئی ساری زمیں گم گشتہ

کن خلاؤں میں فلیٹوں کی یہ دنیا ہو گی
کہ زمیں عنقا ہے اور چرخِ بریں گم گشتہ

بعض مغروروں کا دیکھا ہے نصیبہ میں نے
ایسا گھر جس کا یسار اور یمیں گم گشتہ

جھونک رکھی تھی مرے دیدوں میں مرچیں اس نے
دُور ڈھونڈا تھا جسے وہ تھا قریں گم گشتہ

ہم نے اس کو بھی مچھر دانی سمجھ رکھا تھا
جس دھندلکے میں رہا زعمِ یقیں گم گشتہ

تیری محفل میں نظر آؤں میں تاڑو بن کے
کر نہ دے مجھ کو اگر قلبِ حزیں گم گشتہ

بولنا ہو گا اسے سوچ سمجھ کر سچ بھی
ورنہ ہو سکتا ہے وہ دُرِ ثمیں گم گشتہ

ترقی کا راز

(ترائیلے)

منحصر ہے اِس چناؤ پر ترقی غالباً
فوج میں سسرا گر تگڑا نہیں تو کچھ نہیں
چاہیے اِک افسرِ اعلیٰ کی لڑکی غالباً
منحصر ہے اِس چناؤ پر ترقی غالباً
اچھا سسرا اونچی کر دیتا ہے گڈّی غالباً
بسکہ مقسومِ جواں ایسا نہیں تو کچھ نہیں
منحصر ہے اِس چناؤ پر ترقی غالباً
فوج میں سسرا گر تگڑا نہیں تو کچھ نہیں

☺

نہیں کھاتا تمہارا وصل یارا آج کل پرسوں
کہاں بٹوے میں ویسا دم دوبارہ آج کل پرسوں

میسر پانچ مرلے کا مکاں ہم کو نہیں لیکن
وہی خوابِ سمرقند و بخارا آج کل پرسوں

تمہارا مجنوں ہوں لیلی تمہیں تو ہو مری دنیا
تمہارے واسطے سارے کا سارا آج کل پرسوں

ہماری قوم اک نانِ جویں کو بھی ترستی ہے
ہمارے لیڈروں نے یوں ڈکارا آج کل پرسوں

ذرا سی عقل بھی ہوتی تو فکرِ اخروی ہوتی
نہ ہوتا روزوشب کا ہی کھلارا آج کل پرسوں

کوئی کلموہی میرے ساتھ چہلیں کرتی پھرتی ہے
مجھے تو زوجہ کے خوابوں نے مارا آج کل پرسوں

ترے کوچے میں یوں پہنچا رقیبوں نے کہ آف توبہ
پھر پھر دیکھا گیا بوتھا ہمارا آج کل پرسوں

کرے دیوانے کو مضطر تمہارا ویٹ کا آرڈر
کہو کیا کہہ رہا ہے استخارہ آج کل پرسوں

وہی میں ہوں وہی میرا یقیں ہے تیرے وعدوں پر
وہی تو ہے وہی ہے تیرا لارا آج کل پرسوں

اُڑا کر لے گیا حالات کا طوفاں کہاں جانے
بناتے رہ گئے ہم گوشوارہ آج کل پرسوں

خجل خواری کی شرطیں آپ پوری کرنی پڑتی ہیں
کسی نے دوسروں کا کب سنوارا آج کل پرسوں

اگر شامت نے مجھ کو نہ دکھایا عقد کا رستہ
رہوں گا خوش نصیبی سے کنوارا آج کل پرسوں

ایک ترویني

کہیں کی آرمی ایسی نہیں ہو گی
ہمارے ملک میں ہی ہے یہ گھن چکر

کہ نوکر رکھا ہے مالک کے کاموں پر

(مصطفیٰ زیدی کی غزل کی پیروڈی)

پھر شہر بھر میں نقشِ کفِ پا نہیں ملا
جو قرض لے گیا وہ دوبارہ نہیں ملا

وہ انجمن میں سب کی طرف دیکھتے رہے
اپنی طرح سے کوئی بھی بھینگا نہیں ملا

اُن کا گٹار خلق کیا سنتی کہ دُور دُور
ہپیوں کو کوئی بھنگ شناسا نہیں ملا

مجنوں کو ذوقِ ”دُڑکی“ اگرچہ ملا تو ہے
پر یہ ہے کہ بہ ظرفِ سگِ لیلیٰ نہیں ملا

شادی گھروں کے نان خور دو جواب دو
تنکا پئے خلال ملا یا نہیں ملا

یوں واگزار سب کی ہے چوری پھڑی ہوئی
لیکن جو لیڈروں نے ڈکارا نہیں ملا

التیاماً تُو نے جس لڑکی کو تاڑا ناسمجھ
انتقاماً نہ بنا لے تجھ کو لاڑا ناسمجھ

غیر مردوں سے مہذب ہو کے کیا ملتی نہیں
تیری بیوی ہے چنانچہ تجھ کو جھاڑا ناسمجھ

بے خبر دل کے افیئر اس قدر ایزی کہاں
یہ نہیں ہوتا کوئی دو کا پہاڑہ ناسمجھ

اپنے اندازِ بیاں کو اِتنا پختونی نہ کر
مت چلا اپنے فدائی پر کلہاڑا ناسمجھ

جینے مرنے کے طریقے اس صفحے پر درج تھے
جو کتابِ زندگی سے تو نے پھاڑا ناسمجھ

گھر کیاں جس طور دی تھیں باس نے موصوف کو
ماتحت کو اس نے ویسے ہی لتاڑا ناسمجھ

اس سے پہلے کیا سنا نہ تھا گدھے کو رینکتے
کس طرح سمجھا ہے تو نے شیر دھاڑا ناسمجھ

میاں بیوی کا صدر دیکھے زمانہ شوق سے
اپنے گھر کو کیوں بنایا ہے اکھاڑا ناسمجھ

دیکھ اب تو لیڈرانِ قوم ٹک ٹاکر ہوئے
تو بھی اپنا فن دکھا کچھ چنگا ماڑا ناسمجھ

دوربینیں لے کے پھرتے ہو کہاں بہرِ وصال
پنڈی کا قصبہ نہیں ہے چیکواڑہ ناسمجھ

جون جولائی کا یونہی ویٹ کرتا ہے ظفرؔ
کب مزاجِ یار سے جاتا ہے جاڑا ناسمجھ

دوسروں کی بیوی

(لمرک)

دیکھ کر ٹی وی ڈرامے ہو گئی بیوی چول
کیوں اُسے رومانیت لگنے لگی حُسنِ عمل
زیست ہے فنکار کی دھوکہ دہی
سوچتا ہوں کیوں نہیں یہ سوچتی
آج جو بیوی بنی ہے، چیلنج ہو جانی ہے کل

☺

جب کبھی آڈر کرے سامِ جہیم
چینج کر لیں آپ ہم اپنی رجیم

آپ بھی حقے کا پانی پیجئے
چاہیے ہم کو بھی کافی ود کریم

کاش میرے پاس وہ بھی بیٹھتا
جس طرح ہے لام کے پہلو میں میم

بات جب ملکی معیشت پر کریں
فہم کو پیچس لگا بیٹھیں فہیم

دِل کسی سے یوں نہ مانگو، جس طرح
ہیلپ کی درخواست کرتا ہے یتیم

آج کی اقدارِ اعلیٰ کل کلاں
بن کے رہ جائے نہ آثارِ قدیم

کچھ حسیناؤں کی بابت کیا کہیں
زعفرانی لب ہیں اور باتیں ہیں نیم

عاشقی تھانہ کچہری لے چلے
اِس قدر بھایا نہ کر میرے ندیم

ذکر ہو شرفاء کا اور گالی نہ دیں
چاہیے اس کے لئے صبرِ صمیم

چلتی ہے بادِ نسیمِ مشکبو
یا گلی سے جا رہی ہے مس نسیم

دلبروں کی بھیڑ میں اب کون ہے
جو مکانِ دل میں رہ پائے مقیم

مورچہ زن ہے ڈیجیٹل آرمی
گالیاں کھاتی رہے اُمِ حریم

پھر کسی گھر میں سیاسی گفتگو
رہ گئی ہے بن کے اک جنگِ عظیم

دور کیسا آ گیا ہے کہ کرے
دولہا کو تیار نائی یا حکیم

اِس قدر دہلا دیا ہے وقت نے
ڈھونڈ لیتا ہوں رجا میں سِرِّ بیم

باؤلر کی ملیٹینسی ہے ظفرؔ
گیند ازخود تو نہیں ہوتی ہے سیم

گیت کی مٹی پلید

(فلم "انتقام" کے لئے لکھے گئے سیف الدین سیفؔ کے نغمے کی پیروڈی)

وہ بجلی کے بل ہیں، چمن رو رہا ہے
زمانے کے داتا یہ کیا ہو رہا ہے
لٹی جا رہی ہے غریبوں کی پونجی
ہے سرکاری ڈاکہ، یہ کیا ہو رہا ہے
وہ بجلی کے بل ہیں چمن رو رہا ہے

کوئی یونٹوں کے فگر دیکھتا ہے
کوئی بل کے محصول کو رو رہا ہے
کوئی لے رہا ہے ادھارا کسی سے
کوئی بیوی کی بالیاں بیچتا ہے
وہ بجلی کے بل ہیں چمن رو رہا ہے

☺

رگِ سخن ہماری بھی پھڑک گئی تو کیا ہوا
تمہاری والی کی طرح تِلک گئی تو کیا ہوا

یوں مرتبۂ دلبری میں فرق پڑنے کا نہیں
مری میں ہے تو خیر ہے اٹک گئی تو کیا ہوا

کسی ملن کو دیکھ کر وفا مچل مچل گئی
یہ بندریا بھی شاخ سے لٹک گئی تو کیا ہوا

کسی کی فلم میں ہمارا ہیرو کیسے مر گیا
اسی پہ چشمِ باؤلی چھلک گئی تو کیا ہوا

شریکِ بزمِ تو سبھی تھے محوِ رقصِ سرخوشی
وہ موٹو بھی اگر ذرا مٹک گئی تو کیا ہوا

ہم آشکار ہو کے بھی نگاہوں میں نہ آ سکے
دکھا کے پردے میں بھی وہ جھلک گئی تو کیا ہوا

محبتوں میں بھی زمانہ سازیاں نہ آ سکیں
انا تھی پوٹھوہاری، بے لچک گئی تو کیا ہوا

اگرچہ خامشی میں بھی صدائے احتجاج تھی
ازار بند کی طرح لٹک گئی تو کیا ہوا

زمانے بھر کے طنز و طعن پر بھی ٹس سے مس نہ تھی
ہماری بات پر یونہی بھڑک گئی تو کیا ہوا

جہاں گیا وہاں کا رستہ ڈب کھڑبا تھا ظفرؔ
جہاں نہ جانا تھا وہاں سڑک گئی تو کیا ہوا

گیت کی مٹی پلید

(فلم "انارکلی" کے لئے لکھے گئے سیف الدین سیفؔ کے نغمے کی پیروڈی)

بے حیا! ٹھیک بھولے تجھے
ڈاکٹر نے جو ہم سے کہا بھول جا ۔۔۔بے حیا!

تو نے ٹھکرا دیا تو کدھر جائیں گے
(جس جگہ جانا ہو گا اُدھر جائیں گے)
کیوں ترے پیار میں خود سے ہوں ہم خفا ۔۔۔بے حیا!

اپنے ارمان کاہے کو جلنے لگے
دل کسی اور جانب مچلنے لگے
دلِ ٹھرکی نہیں دوسروں سے جدا ۔۔۔بے حیا!

تو کسی اور کے گھر میں آباد ہے
تو بھلا کون سی ہم پہ افتاد ہے
کام ہیں اور بھی تیرے غم کے سوا ۔۔۔بے حیا!

☺

اُس کو اُس سانخرے والا بن کے چبھ
جب بھی بولے، تُو بھی بہرہ بن کے چبھ

تھوپ کر میک اپ یوں آنکھوں میں نہ گھس
اِس بڑھاپے میں نہ گڑیا بن کے چبھ

انکساری چاپلوسی تو نہیں
غیر کے آگے نہ کبڑا بن کے چبھ

عشق کا رستہ رہے ہموار کیوں
تُو اُسے پھوپھی یا خالہ بن کے چبھ

کون کہتا تھا، نگاہِ ناز سے
اِس قدر ہاتھی کا انڈا بن کے چبھ

بن نہ مخلوقِ خلائی اِس قدر
سب کی نظروں میں ہی ننگا بن کے چبھ

ظالموں سے بیگمانہ بات کر
کانچ کا خونخوار ٹکڑا بن کے چبھ

سُن کسی کے گیسوؤں پر شاعری
دیدۂ محفل میں گنجا بن کے چبھ

لفٹ جو دیتا نہیں تجھ کو ظفرؔ
تُو بھی اُس کے دِل میں کانٹا بن کے چبھ

کرپشن اور اولمپک

(ترائیلے)

کرپشن میں ہمیشہ نقرئی تمغہ ہمارا ہو
اولمپک میں اگر یہ گیم ہو شامل تو کیا کہنے
وہ سر جس پر بندھے ہر بار ہی سہرہ، ہمارا ہو
کرپشن میں ہمیشہ نقرئی تمغہ ہمارا ہو
بنائے اِس میں جو ریکارڈ وہ بندہ ہمارا ہو
گنا جائے ہماری ٹیم کو کامل تو کیا کہنے
کرپشن میں ہمیشہ نقرئی تمغہ ہمارا ہو
اولمپک میں اگر یہ گیم ہو شامل تو کیا کہنے

☺

زخم بنے ہیں لیڈر رٹے لگا لگا کے
تقریر کر رہے ہیں ٹھمکے لگا لگا کے

ملّا کی فیوریں بھی ملتی نہیں ہیں یونہی
فتوے کما رہا ہوں حلوے لگا لگا کے

یہ ٹی ٹونٹی تو ہے کرکٹ کی میلیٹینسی
ٹُل باز بھی ہیں ہیرو چھکے لگا لگا کے

ہر بار کر گئے ہیں وہ کوئی ہاتھ ہم سے
ہر بار جن کو لائے ٹھپے لگا لگا کے

اُن کی نصیحتوں پہ لبیک بولیں سارے
دیتے ہیں جو ہدایت جوتے لگا لگا کے

ملک و وطن کی قسمت کیونکر بدل نہ پائی
بے حال ہو چکے ہم نعرے لگا لگا کے

اٹکے ہیں ہم تو کیا ہے، اپنا ہی کوئی "وڈ کا"
ٹھسّے سے جا رہا ہے، جھنڈے لگا لگا کے

وہ دعوتوں میں ہم تم کٹوں کو "چو" رہے ہیں
رکھتے ہیں اپنی رقمیں تالے لگا لگا کے

سگریٹ بھی گویا ٹھہری اک فیکٹری سخن کی
غزلوں پہ غزلیں لکھوں سُوٹے لگا لگا کے

وہ عشق کے جوئے میں ناکامیاب کیوں ہو
نظروں کی بازی جیتے جلوے لگا لگا کے

سسٹم ہے خاصا کھوچل یونہی کہاں چلے گا
آگے بڑھائیں گے ہم دھکے لگا لگا کے

ہر نوکری تو کلغی والوں کی ہے امانت
کر لے گزارہ نان و چھولے لگا لگا کے

کچھ لوگ بجلی کے بِل دیتے ہیں گروی رہ کر
کچھ لوگ ہیں مزے میں کنڈے لگا لگا کے

اپنے یہاں کے کھابوں کا پوچھیئے نہ لیول
کھا لیں گے زہر بھی ہم چسکے لگا لگا کے

زورآوروں کی دنیا میں رہ رہے ہیں کیانی
سو گیم جیت لیں گے گھونسے لگا لگا کے

دولہا سے

(نظمِ معین)

ہنس دے!

عقد کے دِن تو

بعد میں رونا ہی ہے

جب سسروں کے ہاتھ چڑھے گا

سب نے دھونا ہی ہے

کرنا ہے جو

ہنس دے!

☺

کن ہواؤں میں ہے اِن کا باہمی راز و نیاز
ایک پاپا کی پری ہے ایک مما کا جہاز

اپنی اکنامکس اِن سے اخذ کر پائیں گے کیا؟
حسن ٹھہرا نظریہ نہ عشق ٹھہرا کوئی کاز

زندگی کرنے کی خاطر نوکری ہے لازمی
بل نہ بجلی کا بھریں تو زندگی کا کیا جواز

عقد نے تو عشق کا کونڈا ہی کر کے رکھ دیا
تُو فدائے ناز ہے، بیوی کو ہے درکار پیاز

اُن کا اندازِ بیاں ہے "پائیڈ پائپر" کی طرح
بات ہے چھوٹی سی لیکن قصہ ہے خاصا دراز

دوسروں سے بھی شیئر کر لینا تھا تھوڑا بہت
اپنے ہی چہرے پہ اتنا حسن کا کیوں ارتکاز

سچ کہوں تو دن میں آ جاتے ہیں تارے سے نظر
جب کسی گچی پہ پڑ جائے کوئی دستِ گداز

آپ کی بغلول گوئی پر ہنسے، کس کی مجال
آپ تو اپنے تئیں ہیں فیضؔ یا احمد فرازؔ

ایسا پگلایا سیاست نے اِنہیں کہ اب ظفرؔ
کچھ شریفوں میں کوئی بندہ ہے نہ بندہ نواز

(معروف شاعر جناب تاب اسلم کی ایک خوبصورت غزل کی پیروڈی)

بزمِ شعری میں کیا کیا تڑپتی رہی، متشاعر کی ماری ہوئی شاعری
زیبِ تن ہیں ردیف و قوافی مگر جملہ اوزان ہاری ہوئی شاعری

جیسے قصہ کسی بے تکی حجاب کا، جیسے افسانہ بھوکے کے اعصاب کا
یاد آتی ہے پردیس میں بھی مجھے تیرے ہمراہ بگھاری ہوئی شاعری

ضربِ نقاد کچھ اِتنی بھرپور تھی، سارے مصرعوں کی نکسیر ہی چل پڑی
شاعری، شاعری، سالہاسال تک خونِ دل سے نکھاری ہوئی شاعری

حسن مرجھا گیا، عشق گہنا گیا، ہائے شاعر کو بھی کیسا حال آ گیا
برگِ گل سے بھی نازک تھی جو کل تلک، اب حمل جیسی بھاری ہوئی شاعری

لوگ کہتے ہیں وہ لمحۂ جاں گسل، فیضِ "دیوارِ آتش ✷" سے نزدیک ہے
نیٹ کے ساتھ، ہیہات، ٹھپ جائے گی، فیس بک پر اُتاری ہوئی شاعری

✷ فائروال

☺

اگرچہ صاحب زوجہ ہے تُو نوید ظفرؔ
مگر گیا نہیں شوقِ نکو نوید ظفرؔ

جو چاہیے تجھے خوش باش ازدواجی حیات
امورِ خانہ میں ہو سرخرو نوید ظفرؔ

یوں بات بات پہ ہتھے سے کیوں اکھڑتا ہے
یہ ٹاک شو کی نہیں گفتگو نوید ظفرؔ

تری وجہ سے جسے بزم میں ملی ہے جگہ
وہ کہہ رہا ہے تجھے فالتو نوید ظفرؔ

تُو ممی ڈیڈی کی لائف ببل سے سر نہ نکال
لگے نہ تجھ کو زمانے کی لُو نوید ظفرؔ

وہ سوٹ والا ہو یا کوئی بوٹ والا ہو
ملے گی جاب اُسی کے تھرو نوید ظفرؔ

کسی کے واسطے ٹھینگا ہے عہد و پیماں کا
کسی کے واسطے جام و سبو نوید ظفرؔ

دریدہ ہستی بھی کچھ لائق گزارا ہے
تری ہی مستی نہ مانے رفو نوید ظفرؔ

سبھی نے خوب بنایا ہے کالا دھن پیارے
نہیں ہے تجھ میں ہی ذوقِ نمو نوید ظفرؔ

جگہ جگہ پہ تری جون ہے بدلتی ہوئی
کبھو نویدؔ کیانی، کبھو نوید ظفرؔ

بھوک

(لمرک)
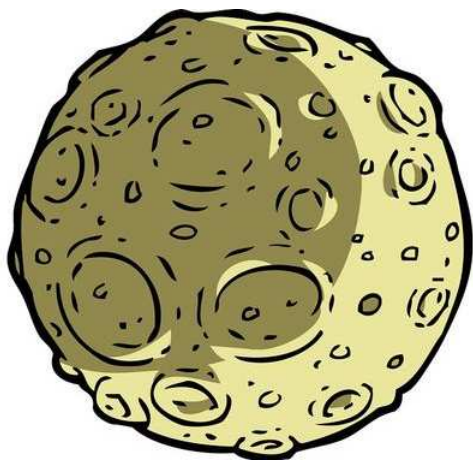
عشق تو بھوک کا پُر جوش براتی سا لگے
مسئلہ دِل کا ہمیں چودہ نکاتی سا لگے
پیٹ خالی ہو تو پھر
ذوق بھی جاتا ہے چر
چاند بھی خواب سے نکلے تو چپاتی سا لگے

☺

آج کے لیلیٰ مجنوں کے یوں ہوتے ہیں گھن چکر اوتھ
جیسے اپنے دیس کے فوجی افسر ٹھہرے انڈر اوتھ

ایسا کر کے دھوکا دینا اک انسان کا جگرا ہے
یاد رہے کہ کبھی اُٹھایا کرتے نہیں ہیں ڈنگر اوتھ

حرص و ہوا پھر کر دے اُنہیں مجبور تو کیا کہہ سکتے ہیں
کہنے کو تو لوگ اُٹھاتے ہیں قران اُٹھا کر اوتھ

کیا معلوم وہ شرموں شرمی آب و شِیر میں عدل رکھے
کیوں نہ گوالے سے ہم لے لیں دودھ کے ہی ڈبے پر اوتھ

اِس کی ایسی کی تیسی یوں کرتے ہیں کہ اُف توبہ!
کلغی والوں کے نزدیک تو ٹھہرا ایک ہیومر اوتھ

یوں نہ اپنی توند کے آگے ڈھیر ہی ہو کر رہ جائے
بعد میں اس کا مان بھی رکھے، دِل سے اُٹھائے دلبر اوتھ

ہاتھ اٹھا کر قوم و وطن کی کھاتے ہیں سوگند مگر
اِس پر بھاری پڑ جاتا ہے خفیہ اور دساور اوتھ

حسنِ دگر کو ہم کیسے محرومِ حق عشق کریں
پہلے عشق کا عہد نہیں جیون کا آخری نمبر اوتھ

وقت پڑے تو پان کی پیک سمجھ کر تھوک بھی دیتے ہیں
تقریبات میں تو لیتے ہیں سارے منہ میں بھر بھر اوتھ

چار نمبر گیٹ

رائے عامہ کی یہیں ہوتی ہے قطع و برید
اِس سے بالا بالا جو گھوڑی چڑھا وہ وڑ گیا
ہر سیاست دان قبلۂ سیاست دیکھ لے
چار نمبر گیٹ میں جو نہ وڑا وہ وڑ گیا

چیں کرو یا پیں

جمہورِ پاک نے سسٹم کے
آسیب کدے میں گلنا ہے
کتنے ہی ڈول نکالو آب
کُتّے نے کنویں میں رہنا ہے

☺

برسا اُسی کے حکم سے ڈنڈا بھی غالباً
جس کا اُٹھایا تھا کبھی جھنڈا بھی غالباً

جذبات دل میں جاگے تھے تیرے ہی واسطے
تُو نے ہی مجھ کو کر دیا ٹھنڈا بھی غالباً

جس کی نزاکتوں کے فسانے سُناتا ہوں
کہتا ہے مجھ کو پیار سے "سنڈا" بھی غالباً

شادی سے پہلے ہاتھ میں رکھا جسے بہت
اُس دستِ ناز نے مجھے "پھنڈا" بھی غالباً

وہ میرا اپنا خون تھے، مجھ کو نکال کے
آپس میں میرے حصے کو "ونڈا" بھی غالباً

گوبھی کے ایک پھول کو رکھا تھا پھول سا
مجھ کو سمجھ رہا ہے جو "کنڈا" بھی غالباً

سہتی رہی ہے پیار سے مرغی جنہیں ظفرؔ
اُن میں ہے ایک سانپ کا انڈا بھی غالباً

ایک تروینی

سرجی ! آپ یہ کس فوں فاں میں رہتے ہیں
آپ میں اور ہم میں تو کچھ بھی فرق نہیں

قبرستان میں جانے والے جانتے ہیں

نوید ظفر کیانی کی "ڈگڈگی"

اندر کے بندر کا بھرپور ابلاغ

ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی

نوید ظفر کیانی کی کتاب "ڈگڈگی" طنز و مزاح کے میدان میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔اس کتاب میں مصنف نے موجودہ سماجی، سیاسی اور ثقافتی حالات پر طنزیہ و مزاحیہ انداز میں ڈگڈگی بجا کر اظہار خیال کیا ہے۔کتاب کے پیش لفظ سے لے کر ہر نظم اور غزل تک، یہ مزاح، طنز، اور تخلیقی انداز کے خوبصورت امتزاج کا شاہکار ہے۔کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ یہ قارئین کو ہنساتے ہوئے گہرے موضوعات پر غور کرنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔

نوید ظفر کیانی کہتے ہیں:

> "ڈگڈگی" کا بس ایک ہی مقصد ہے، اور وہ ہے مسکروانا۔۔۔مسکراہٹ چاہے زیرِلب ہو یا گالوں پر ارتعاش کا باعث بنے۔۔۔لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اِس میں موجودہ حالات کے حوالے سے زبانِ خلق کی تلخی بھی موجود ہے جو نقّارۂ خدا بھی ہے، چنانچہ اِس پر "زُود رنج حضرات" کو چیں بہ جبیں ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اہلِ ذوق میری کئی ایک نظموں کو

علامتی قرار دے سکتے ہیں، تاہم میرا اُن سے متفق ہونا ضروری نہیں، مثلاً کُتّوں سے ڈرنے کا مشورہ دینا کسی خلائی مخلوق کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ خالصتاً اِن کُتّوں سے وہی کُتّے مراد ہیں جو خاصے کُتّے واقع ہوئے ہیں۔ سرِ راہے بلا تکلف استراحت فرما رہتے ہیں اور ہر گزرنے والوں کو اِس طرح خونخوار نظروں سے گھورتے ہیں جیسے اُنہوں نے اُس کی جائداد پر غیر قانونی قدم دھرا ہو۔

"ڈگڈگی" میں مصنف نے موجودہ دور کے نازک حالات کو طنز و مزاح کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ کتاب کا موضوعاتی دائرہ وسیع ہے، جس میں سیاسی معاملات، سماجی رویے، اور عوامی مسائل کو طنز و مزاح کے ذریعے نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر نظم" سوشل / کھوچل میڈیا" میں مصنف نے موجودہ دور کی میڈیا پالیسیوں اور عوام کے رویے پر مزاح کے پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ لمرک کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:

"لمرک" انگریزی صنفِ سخن ہے جو خالصتاً طنز و مزاح کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی تھی، اُردو ادب میں اسے کوئی خاص لفٹ نہیں کرائی گئی، بس شیخ نذیر احمد تھے جنہوں نے محض اِس کا تعارف کروایا ہے اور درجن ڈیڑھ درجن لمرکس تخلیق کی ہیں جو بذاتِ خود خاصے کی چیز ہیں۔ اِس کتاب میں کہیں کہیں "نظمِ معین" نامی چیز بھی آپ کو نظر آئے گی۔ یہ نظم

میری اختراع ہے جو اپنی مخصوص ہئیت کے باعث خاصی موثر ہے۔
جب کوئی خیال کسی لٹو کی نوک پر گھوم پھر کر اُسی لفظ پر آ کر ٹھہر جائے
جہاں سے اُس نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا تو یہ کاوش اِسی نظم میں ممکن
ہے۔ نظمِ معین کی ہئیت متعین ہے لیکن اس کی جسامت متعین نہیں، یہ
سات مصرعوں پر مشتمل بھی ہو سکتی ہے اور اُس سے زیادہ بھی، بس اِس کی
جُفت بدنی کا خیال رکھنا ہوگا۔

کتاب کا بنیادی موضوع طنز و مزاح کے ذریعے سماج کے مختلف پہلوؤں پر تنقید برائے اصلاح کرنا ہے۔ نوید ظفر کیانی نے اپنے کلام میں موجودہ دور کی منافقت، سیاستدانوں کی چالاکیوں، اور عوامی رویوں پر بھرپور تبصرہ کیا ہے۔ ان کا طنز ایک آئینہ ہے، جس میں معاشرے کے مختلف طبقات اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ پوربی عاشق کے بارے میں کہتے ہیں:

تعلقات کو فائن کریں، ضروری نہیں
یوں خود کو بھتنا و ڈائن کریں، ضروری نہیں
یہ تُو یا میں نہیں ناداں! ہیں پوربی عاشق
نکاح نامے پہ سائن کریں، ضروری نہیں

کتاب میں مختلف اصنافِ سخن کو استعمال کیا گیا ہے، جن میں نظم، غزل، لمرک، اور نظمِ معین شامل ہیں۔ یہ اصناف مختلف مزاحیہ اور طنزیہ موضوعات کو بہترین انداز

میں بیان کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔ نظمِ معین، جو مصنف کی اپنی اختراع ہے، خاص طور پر دلچسپ ہے۔ اس صنف کی مدد سے انہوں نے مختصر لیکن جامع انداز میں اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔ یہ شعر ملاحظہ کیجیے ؎

جس کی نزاکتوں کے فسانے سُناتا ہوں
کہتا ہے مجھ کو پیار سے "سنڈا" بھی غالباً

نوید ظفر کیانی نے طنزیہ اور مزاحیہ رنگ کو نمایاں کرنے کے لیے مختلف ادبی آلات بھی استعمال کیے ہیں، جن میں طنزیہ و مزاحیہ تشبیہات اور استعارے شامل ہیں۔ کتاب میں استعارے اور تشبیہات کا استعمال قارئین کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے، جیسے "کھوچل میڈیا" کا استعارہ وغیرہ وغیرہ۔ ظفر چار نمبر گیٹ کی بات کر کے یوں کہتے ہیں:

رائے عامہ کی یہیں ہوتی ہے قطع و برید
اِس سے بالا بالا جو گھوڑی چڑھا وہ وڑ گیا
ہر سیاست دان قبلۂ سیاست دیکھ لے
چار نمبر گیٹ میں جو نہ وڑا وہ وڑ گیا

ان کے طنزیہ اشعار گہرائی کے ساتھ مزاح کے رنگ بھی لیے ہوئے ہیں، جیسے ؎

وقت قیلولہ ہے، اے سی بھی آن ہے
آپ دفتر میں سو لیں تو کیا بات ہے

کئی نظمیں علامتی انداز میں لکھی گئی ہیں، جنہیں قارئین مختلف زاویوں سے سمجھ

سکتے ہیں۔ چپں کرو یاپیں کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جمہورِ پاک نے سسٹم کے

آسیب کدے میں گلنا ہے

کتنے ہی ڈول نکالو آب

کُتّے نے کنویں میں رہنا ہے

پیش لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے سماجی حالات کو طنز و مزاح کے پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ معاشرتی مسائل کی سنگینی کو مزاحیہ انداز میں پیش کرنا ضروری ہے تاکہ قارئین اسے قبول کرسکیں۔ کتاب میں نظم ''سوشل/کھوچل میڈیا'' موجودہ دور کے میڈیا کے دو رخوں کو مزاحیہ لیکن حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کرتی ہے۔

غزلوں میں موجودہ سیاست پر طنزیہ تبصرے، مثلاً ''نانی مریم نواز''، عوام اور سیاستدانوں کے تعلقات کو خوبصورتی سے اجاگر کرتے ہیں۔ ایک لمرک میں لکھتے ہیں

یونہی دِیدوں کو مت جما کر ہی دیکھو

ذرا سامنے خود کو لا کر ہی دیکھو

اگر دیکھنا ہو

حسینہ کا فوٹو

تو پھر اپنی وگ کو ہٹا کر ہی دیکھو

شاعری کی زبان رواں، شگفتہ، مزاحیہ، طنزیہ اور موثر ہے۔ انہوں نے لمرک اور نظمِ معین جیسی اصناف کے ذریعے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ کیانی کی مخمس بھی لاجواب ہے:

نوکری ہو تو کماتے ہوئے مر جاتے ہیں

نہ ہو تو ہم اسے پاتے ہوئے مر جاتے ہیں

یا کہیں ڈبکی لگاتے ہوئے مر جاتے ہیں

"دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں"

"ڈگڈگی" طنز و مزاح کی ہنسی اور قہقہوں سے بھرپور ایک بہترین کتاب ہے جو نہ صرف قارئین کو ہنسانے بلکہ سوچنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔ یہ کتاب نوید ظفر کیانی کی تخلیقی مہارت، طنزیہ صلاحیت، اور موجودہ حالات پر گہری نظر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ڈگڈگی قارئین کے لیے نہایت دلچسپ اور سبق آموز بھی ہے، اور ہر وہ قاری جو ادب میں مزاح اور طنز کا ذوق رکھتا ہے، اس کتاب سے بھرپور لطف اندوز ہوگا۔ میں نوید ظفر کیانی کو ڈگڈگی کی اشاعت پر ڈگڈگی بجا کر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام: ڈگڈگی (برقی ایڈیشن)

شاعر: نوید ظفر کیانی۔

وضاحت: یہ نوید ظفر کیانی کے طنز و مزاح پر مشتمل کلام کا چودھواں مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

کاپی رائٹ: جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ۔

اِجازت: اِس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جا سکتا ہے یا اِس کا اشتراک کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں، اِس کے لئے شاعر کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔

صفحات: ۲۱۵

تاریخِ اشاعت: ۲۰ نومبر ۲۰۲۴ء

ہدیہ: ۸۰۰ روپے، $۱۰

پبلشر: مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔ اسلام آباد، پاکستان۔

برقی ڈاک: nzkiani@gmail.com

ارکائیو ربط: archive.org/details/@nzkiani

نوید ظفر کیانی

کی شعری پونجی

مجموعۂ کلام

- جہانِ دگر
- اور بارش ہو
- میں اور چراغ
- تخلیئے کے رنگ
- رنگ و بو کے چھینٹے
- بھید خموشی کا
- خوابوں کی پرندگی (زیرِ طبع)

طنز و مزاح

- ڈنکے کی چوٹ
- ڈھول کا پول
- زباں درازیاں
- کھری کھری
- ارے
- دگڑ دگڑ
- کچھ میٹھا ہو جائے
- قلم مستیاں
- فرازیالوجی
- سخن کی خارش
- ایسی کی تیسی
- لائقِ سینسر
- کھنڈ مکھانے
- ڈگڈگی
- شگفتگو (زیرِ طبع)
- شاعری قیمے والی (زیرِ طبع)

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام